حکیم الامت

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے خلفائے کرام

تالیفات حکیم الامت تھانوی رح

ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمٰن

مجلس نشریات اسلام
۱۔کے۔۳ ناظم آباد مینشن، ناظم آباد، کراچی ۷۴۶۰۰

حضرت تھانویؒ کی تمام کُتب کے
حصول کے لئے ٹیلیگرام کے درج
ذیل چینل پر تشریف لے جائیں

@TaleefatHakeemUlUmmatThanvi

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

حکیم الامّت

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے خلفائے کرام

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمٰن

مجلسِ نشریاتِ اسلام

۱۔کے۔۳۰۔ ناظم آباد مینشن۔ ناظم آباد ۱ کراچی ۷۴۶۰۰

نام کتاب ـــــ	مولانا اشرف علی تھانویؒ اور انکے خلفائے کرام
تصنیف ـــــ	ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمٰن
طباعت ـــــ	شکیل پرنٹنگ پریس کراچی
اشاعت ـــــ	۱۹۹۷ء
ضخامت ـــــ	٢١٢ صفحات

ٹیلیفون

٦٢١٨١٧

ناشر
فضل ربی ندوی

مجلس نشریاتِ اسلام ۱۔کے۔۳ ناظم آباد مینشن، ناظم آباد ۱، کراچی ۷۴۶۰۰

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے "تذکرہ اسلاف" پیش خدمت ہے۔ یہ میری کئی سالہ محنت و تحقیق کا نتیجہ ہے اس میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور انکے چند خلفاء کا ذکر ہے جو مولانا تھانوی کے علاوہ تاریخ وفات کے لحاظ سے ترتیب ہے۔

مولانا تھانویؒ ایک جلیل القدر محدث بھی تھے اور مفسر بھی، واعظ بھی اور مقرر بھی، متکلم بھی اور فیلسوف بھی، حافظِ قرآن اور جید قاری بھی، حکیم بھی اور طبیب بھی، بلند پایہ مصنف بھی اور شاعر و ادیب بھی، جامع شریعت بھی اور طریقت بھی۔ وہ قطب الاقطاب حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ کے محبوب خلفاء میں سے تھے اور پھر ایک دنیا ان سے مستفید ہوئی۔ انکے خلفاء، مجازین کی تعداد ایکسو ۱ اور مجازین صحبت کی ۴۶ ہے مگر اس کتاب میں ان میں سے صرف ساٹھ حضرات کے تذکروں پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔ مولانا تھانویؒ اور انکے خلفاء نے تحریک پاکستان کے سلسلہ میں جو بیش بہا اور قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں وہ ہماری تاریخ اور جد و جہد آزادی کا ایک نہایت ہی قیمتی باب اور بہترین سرمایہ ہیں۔

یہ کتاب اس ضرورت کے تحت لکھی گئی ہے تاکہ نئی نسل اپنے اسلاف اور تحریکِ پاکستان کے بڑے لوگوں کو پڑھے، جانے، پہچانے اور ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے پاکستان کے استحکام اور تعمیر و ترقی کی خاطر کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کرے۔

مجھے خوشی ہے کہ یہ کتاب بھی ہمارے محترم اور فاضل دوست مولانا فضل ربی ندوی صاحب کے اہتمام سے ادارہ نشریاتِ اسلام کراچی سے شائع ہو رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کوشش کو بھی قبولیت سے نوازیں اور ہمیں اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دیں۔ آمین۔

فیوض الرحمٰن

حکیم الامّت مولانا اشرف علی تھانوی رح

"آپ جناب عبدالحق صاحب فاروقی کے فرزند ہیں۔ ۵ ربیع الآخر ۱۲۸۰ھ میں تھانہ بھون ضلع مظفر نگر میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام "کرم عظیم" ہے۔ سب سے پہلے حافظ حسین علی صاحب سے قرآن مجید حفظ کیا، پھر عربی کی ابتدائی کتابیں مولانا فتح محمد صاحب سے پڑھیں۔ فارسی کی کچھ اعلیٰ کتابیں اپنے ماموں واجد علی صاحب سے پڑھیں۔" [1]

"اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۲۹۵ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، اور ۱۳۰۱ھ میں تعلیم سے فراغت حاصل کی۔ یہاں کے اساتذہ میں مولانا محمد یعقوب نانوتوی رح بن مولانا مملوک علی نانوتوی، مولانا احمد ہزاروی، مولانا سید احمد، مولانا عبدالعلی، مولانا محمود حسن اور ملا محمود خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔" [2]

"تعلیم سے فراغت کے بعد مدرسہ فیض عام کانپور میں تدریسی فرائض انجام دینا شروع کئے، پھر کچھ دنوں بعد مدرسہ جامع العلوم کانپور ہی میں صدر مدرس بنائے گئے اور اس طرح کانپور میں ۱۴ برس درس و تدریس کا کام انجام دینے کے بعد ۱۳۱۵ھ میں مستقل طور پر تھانہ بھون آکر

---

[1] قاری فیوض الرحمٰن، ڈاکٹر: مشاہیر علماء لاہور ج ۱: ص ۶۶۔

[2] ڈاکٹر اقبال حسن: مولانا محمود حسن: علیگڑھ: ص ۳۹۴

مسندِ ارشاد پر بیٹھے اور ایک عالم کو رشد و ہدایت کی راہ پر لگایا۔[1]
مولانا قاری محمد طیب قاسمی لکھتے ہیں۔
"آپ حکیم الامت، مشہور محدث، عارف باللہ، فقیہ اور بزرگ تھے۔ آپ کی تقریر، تحریر، تصنیف اور تبلیغ سے لاکھوں مسلمانوں کو علمی و عملی فیض پہنچا اور ہزاروں مسلمانوں کی باطنی اصلاح ہوئی"[2]

علمِ قراءات کی تحصیل

علمِ قراءات کی تحصیل آپ نے شہرۂ آفاق قاری عبداللہ صاحب سے مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں کی۔ قاری صاحب موصوف قرّاءِ عرب کے نزدیک بھی نہایت جیّد اور مسلّم ماہرِ فن قاری تھے۔ قراءت کی مشق کے سلسلہ میں استاذ نے انہیں ایک نہایت ہی عجیب اصول بتایا کہ لہجہ کی طرف مطلق التفات نہ کیا جائے، بس ساری توجہ مخارج کی تصحیح میں صرف کی جائے، کیونکہ تصحیح مخارج کے بعد جو لہجہ بھی پیدا ہوگا مستحسن ہی ہوگا۔ اس پر عمل کا نتیجہ یہ نکلا کہ آواز میں اتنی دلکشی پیدا ہوگئی کہ آپ جب مدرسہ کی بالائی منزل پر قراءت کی مشق کرتے تو راہگیر آواز کی کشش پر رک جاتے اور یہ تمیز نہ کرسکتے کہ استاذ پڑھ رہا ہے یا شاگرد۔[3]

علمِ تجوید و قراءات میں آپ کی تصانیف میں جمال القرآن اور وجوہ المثانی (عربی) ہزاروں کی تعداد میں چھپ رہی ہیں، اور تجوید و قراءات

---

[1] ڈاکٹر محمد یونس ندوی: عربی علوم و فنون کے ممتاز علماء، لکھنو ص۷۶
[2] مولانا قاری محمد طیب: تاریخ دارالعلوم دیوبند، کراچی: ۱۹۷۲ء، ص۵۹-۶۰
[3] منشی عبدالرحمٰن: سیرت اشرف: لاہور: ج ۱ ص۸

کے تقریباً تمام مدارس میں داخلِ نصاب ہیں۔

"وجوہ المثانی" میں آپ نے قرآن مجید کے ان تمام الفاظ کی قراءتیں بیان کی ہیں جن میں اختلاف ہے۔ قراءات کے ان تمام اختلافات کو بیان کر کے آخر میں اس فن سے متعلق کچھ اصول بھی بیان کئے گئے ہیں۔ یہ قراءاتِ سبعہ کے بارے میں ہے۔

(۳) تنشیط الطبع فی اجراء السبع (اردو میں)، (۴) تسہیل القرآن اور (۵) تجوید القرآن

قاری بسم اللہ لکھتے ہیں:۔

"قاری حافظ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی۔ مولد تھانہ بھون یوپی جامع العلوم، کثیر المنفعت بافیض متبع سنت، بڑے اچھے واعظ، اصلاحِ اُمت کا کام بہت کیا۔ دیوبند کے فارغ التحصیل، حاجی امداد اللہ صاحب کے مرید و خلیفہ، تجوید قراءت میں آپ شیخ القراء محمد عبد اللہ مہاجر مکی کے شاگرد تھے۔ ان ہی کا لب ولہجہ اختیار کیا تھا۔ ایسا پڑھتے کہ لوگ سمجھتے کہ قاری محمد عبد اللہ صاحب پڑھ رہے ہیں۔ اچھے حافظ تھے۔ روزانہ تلاوت کا معمول تھا۔

فرمایا کرتے تھے کہ عالم کو مجوّد ہونا لازمی ہے۔ اس پہ بہت زور دیتے تھے اور اشاعتِ تجوید کے لئے بڑی کوشش کی۔ مذہبی اداروں کو اس طرف متوجہ کیا۔ اکثر مواعظ میں اس کا ذکر کرتے۔

آپ کی تصانیف بکثرت ہیں۔ تجوید و قراءت پر درج ذیل کتابیں تصنیف کیں۔

(۱) اجمال القرآن۔ رسالہ تجوید اردو (۲) وجوہ المثانی (عربی) قراءات سبعہ میں (۳) تنشیط الطبع فی اجراء السبع اردو میں (۴) تسہیل القرآن (۵) تجوید القرآن

"برصغیر پاک وہند میں صرف آپ کا ہی واحد اور منفرد مکتب تھا جس میں اصلاح معاملت و معاشرت پر توجہ دی جاتی تھی اور مجددین میں بھی آپ پہلے مجدد معاشرت تھے۔ آپ کا ارشاد ہے:۔

مجھے علم پڑھانے لکھانے کا اتنا زیادہ اہتمام نہیں ہے جس قدر تہذیب و اخلاق اور دیانت پر نظر ہے، کیونکہ پڑھنے لکھنے کا تو ہر جگہ انتظام ہوتا ہے لیکن اخلاق کی طرف کسی کا خیال نہیں۔ اس طرح میں اپنے متعلقین (داخل سلسلہ حضرات) کے لئے اوراد و وظائف، اذکار و اشغال کا اتنا زیادہ اہتمام نہیں کرتا جتنا اخلاق کی درستی کا خیال کرتا ہوں، کیونکہ اخلاق کا سنوارنا زیادہ ضروری ہے کوئی ذکر و شغل کرتا ہو تو مجھے اس وقت تک اس کی قدر نہیں ہوتی جب تک اس کے اعمال درست نہ ہوں۔"[1]

مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:۔

"MOULANA ASHRAF ALI THANNWI HAD PRODUCED AS MANY AS 910 BOOKS, 13 BEING IN ARABIC, WHEN HE DIED IN 1943."

---

[1] مولانا عبدالباری ندوی: جامع المجددین ص ۲۸

[2] ABDUL HASSAN ALI: MUSLIMS IN INDIA: LUCKNOW: P: 27:

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں :۔

"یہ وہ زمانہ تھا کہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کا آفتابِ رشد و ارشاد نصف النہار پر تھا، آپ اگرچہ عرصہ ہوا ہندوستان سے مکہ معظمہ ہجرت فرما چکے تھے لیکن آپکے باکمال خلفاء نواح سہارنپور میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، کانپور میں مولانا اشرف علی تھانوی اور الہ آباد میں مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی، حضرت حاجی صاحب کے نام اور کام کو یہاں زندہ و تابندہ بنائے ہوئے تھے۔" [1]

علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں :۔

"یہ مردِ درویش ایک پرانے قصبہ کی ایک کہنہ مسجد کے ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا مسلمانوں کے سارے احوال اور ان کی زندگی کے ہر شعبہ پر نظر ڈال کر حق و باطل، نیک و بد اور صحیح و غلط کے درمیان تفرقہ کی لکیر بنانے میں مصروف تھا، اس کے سامنے دین کی صحیح تمثال تھی اور اس کو دیکھ دیکھ کر موجودہ زندگی کی تصویر میں جہاں جہاں غلطیاں تھیں وہ ان کے درست کرنے میں مصروف تھا، اس نے پوری زندگی اس امر میں صرف کر دی کہ مسلم کی تصویرِ حیات کو اس شبیہ کے مطابق بنا دے جو دینِ حق کے مرقع میں نظر آتی ہے۔" [2]

---

[1] ابوالحسن علی ندوی مولانا سید : حیاتِ عبدالحی : دہلی : ۱۹۷۰ء صفحہ ۹۰

[2] مولانا عبدالباری ندوی : جامع المجددین : صفحہ ۲۸

وفات ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء کو ہوئی۔" [1]

محمد ثانی حسنی لکھتے ہیں :۔

"حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی بھی حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے خلیفہ تھے۔ جنہوں نے تصوّف و سلوک کے سلسلے میں تجدیدی کارنامے انجام دیئے۔ اور آپ کے اور آپ کے خلفاء کے ذریعہ جو اصلاح عام کا کام ہوا، اس کی مثال نہیں ملتی۔" [2]

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ نے فرمایا :۔

حضرت تھانویؒ تصوف کے مجدّد تھے۔" [3]

خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ لکھتے ہیں :۔

"تدریسی خدمات کے علاوہ وعظ و ارشاد بھی فرمایا کرتے تھے، جس کی وجہ سے لوگ آپ سے کافی قریب ہو گئے، جبکہ عمر بھی کچھ زیادہ نہ تھی۔" [4]

اُردو دائرہ معارفِ اسلامیہ کے مقالہ نگار لکھتے ہیں :۔

"وہ ایک ممتاز فاضل، عالمِ دین اور صوفی تھے اور انہوں نے نہایت ہی مصروف زندگی گزاری، ان کے اشغال۔ تعلیم و

---

[1] قاری لسیم اللہ : تذکرہ قاریانِ ہند : جلد ۲ صـ ۳۴۲

[2] محمد ثانی حسنی مولانا : حیاتِ خلیل، لکھنو ۱۳۹۶ھ صـ ۶۵

[3] ابوالحسن علی ندوی، مولانا، سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری لکھنو صـ ۳۰۵

[4] خواجہ عزیز الحسن مجذوب : اشرف السوانح ج ۱ : صـ ۴۶، ۶۰

تدریس، وعظ، خطابت اور تصنیف و تالیف تھے۔ اس سلسلے میں انہوں نے وقتاً فوقتاً سفر بھی کئے۔ آپ بہت پُرنویس تھے، چنانچہ ان کی تصنیف کردہ کتابوں کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے، یہ کتابیں زیادہ تر تفسیر، حدیث، منطق، کلام، عقائد اور تصوّف میں ہیں۔“ [۱]

مولانا شاہ محمد سراج الیقین لکھتے ہیں :۔

”حضرت مولانا حافظ قاری محمد اشرف علی صاحب تھانوی۔ آپ اکابر اور مشاہیر علمائے ہندوستان میں ہیں۔ درحقیقت ایسا فقیہہ اور محدّث اور مفسّر، واعظ، شیخ کامل مکمل صاحب نسبت اہلِ دل، شریعت و طریقت، حقیقت و معرفت کا بحرِ ذخّار اس وقت ہندوستان میں کوئی دوسرا نہیں ہے۔۔۔۔ شرح دیوان حافظ اور تفسیر بیان القرآن وغیرہ آپ کی بے عدیل تصانیف ہیں۔“ [۲]

ڈاکٹر محمود محمد عبداللہ مصری لکھتے ہیں :۔

”وحكيم الأمة أشرف على التهانوى الذى ترك عددًا ضخمًا مِنَ الْكُتُبِ الثَّمِينَةِ “ [۳]

پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں :۔

---

[۱] مقالہ نگار : اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جامعہ پنجاب لاہور ج ۲ ص ۹۳۷

[۲] محمد سراج الیقین : شمس العارفین، لاہور : ص ۸۲

[۳] محمود محمد عبداللہ، ڈاکٹر مصری : اللغة العربية فى باكستان، کراتشی ۱۹۸۴ء ص ۶۸

"باطنی اصلاح اور تربیت کے لئے انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے شروع میں دو بزرگوں کی کوششیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں، مولانا اشرف علی صاحب تھانوی حاجی صاحب کے خلیفہ تھے، نصف صدی سے زیادہ انہوں نے ایک پرانے قصبہ کی ایک کہنہ مسجد کے گوشہ میں بیٹھ کر مسلمانوں کی زندگی کے مختلف گوشوں میں اصلاح کا کام کیا۔ مولانا محمد الیاسؒ۔ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے مرید تھے جو دینی بصیرت اور جذبہ اللہ نے انہیں عنایت فرمایا تھا اس کی مثال اس عہد میں مشکل سے ملے گی، گذشتہ صدی میں کسی بزرگ نے چشتیہ سلسلہ کے اصلاحی اصولوں کو اس طرح جذب نہیں کیا جس طرح مولانا محمد الیاسؒ نے کیا تھا۔" [1]

مولانا مشتاق احمد لکھتے ہیں :۔

"حضرت مکرمی مولانا اشرف علی صاحب تھانوی سے عالم و جاہل دونوں کو فائدہ پہنچتا ہے روایات صحیحہ اور مضامین عالیہ نہایت آسان عبارت میں بیان فرماتے ہیں، بڑے قادر الکلام ہیں، زبردست مصنف ہیں، صدہا کتابیں تصنیف کر چکے ہیں۔" [2]

مولانا حسین احمد نجیب لکھتے ہیں :۔

---

[1] خلیق احمد نظامی : تاریخ مشائخ چشت، اسلام آباد : ص ۲۳۴

[2] مشتاق احمد مولانا : الزار العاشقین، حیدر آباد دکن ۱۹۱۴ء ص ۸۸

"حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کے تجدیدی کارنامے کی اشاعت کا سب سے بڑا ذریعہ آپ کی بے شمار تصانیف ہیں، چودھویں صدی ہجری میں اس نادرِ روزگار ہستی سے بڑھ کر کوئی دوسرا کثیر التصانیف شخص پیدا نہیں ہوا، مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی بھلائی کا کوئی ایسا موضوع نہیں رہا جس میں خالص دینی رہنمائی کے لئے آپ کی تصانیف موجود نہ ہوں" [1]

پروفیسر انوار الحسن شیرکوٹی لکھتے ہیں :-

"حضرت مولانا اشرف علی صاحب کی تصنیفات تقریباً ایک ہزار ہیں ان میں سے صرف تفسیر بیان القرآن اور قرآنِ کریم کا نہایت سادہ اور با محاورہ ترجمہ اور فوائد تفسیریہ، بہشتی زیور، البوادر النوادر، اصلاح الرسوم، نشر الطیب، الافاضات الیومیہ (خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں) [2]

آپ کی تفسیر بیان القرآن اور ترجمۂ قرآن کے بارے میں اکابر علمائے دین اور اہلِ علم و فضل کی آراء درج ذیل ہیں :-

---

[1] حسین احمد نجیب: مولانا اشرف علی: بینات ۱۴۰۰ھ ص۱۷

[2] انوار الحسن: حیات امداد: کراچی ۱۹۶۵ء ص۱۵

مفسرِ قرآن مولانا حافظ محمد ادریس کاندہلوی لکھتے ہیں :۔

"(تفسیر) کی خدمت وسعادت من جانب اللہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی م ۱۳۶۲ھ کے حصے میں آئی اور بیان القرآن کے نام سے ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء میں ایک تفسیر لکھی جو اپنی افادیت، جامعیت اور مقبولیت میں ثریٰ سے ثریا تک پہنچ گئی"۔ [۱]

امام العصر مولانا محمد انور کشمیری نے ایک صاحب سے فرمایا کہ :۔

"میں سمجھتا ہوں کہ اُردو کی کتابوں میں علوم نہیں ہیں اس لئے میں کسی اور تصنیف کو دیکھنا بیکار سمجھتا تھا لیکن جب سے تفسیر بیان القرآن دیکھنے کا اتفاق ہُوا، یہ معلوم ہُوا کہ اُردو کی تصانیف میں بھی اب علوم موجود ہیں اور اس وقت سے مجھے اردو کی کتابیں پڑھنے کا شوق پیدا ہوگیا اور جو بے وقعتی اُردو کی کتابوں کی میرے خیال میں پہلے تھی وہ جاتی رہی"۔ [۲]

مولانا مفتی عتیق الرحمٰن لکھتے ہیں :۔

"خواص کے لئے تفسیر بیان القرآن اور شرح مثنوی مولانا روم اور عورتوں کے لئے بہشتی زیور آپ کی ایسی گرانمایہ اور کثیر الشیوع تصانیف ہیں کہ اپنی مخصوص نوعیت کے

---

[۱] مولانا محمد ادریس کاندہلویؒ مقدمہ معارف القرآن: لاہور
[۲] عبدالرحمٰن کوندو : الانور: دہلی ص ۳۸۸

اعتبار سے اُردو کے مذہبی لٹریچر میں اپنا جواب نہیں رکھتیں[1]
پروفیسر ڈاکٹر علامہ خالد محمود لکھتے ہیں :-

"تفسیر بیان القرآن — حضرت کی یہ عظیم دینی خدمت بارہا زیورِ طباعت سے آراستہ ہو چکی ہے، تحقیق، جامعیت اور قرآن کی ترجمانی میں اپنی مثال آپ ہے۔"[2]

پروفیسر عبد القیوم لکھتے ہیں :-

"مولانا اشرف علی تھانوی — اپنے عہد کے بہت بڑے عالم، مفسر، مفتی اور متشرع تھے۔ بیان القرآن وغیرہ آپ کی اہم تصانیف ہیں۔"[3]

مولانا محمد منظور نعمانی لکھتے ہیں :-

"آپ کا ترجمۂ قرآن مجید بہت حد تک تفسیری ترجمہ ہے، اختصار، جامعیت اور استناد اس کی خصوصیات ہیں۔ علماء اور عوام میں بے حد مقبول ہے۔"[4]

سید محبوب رضوی لکھتے ہیں :-

"حضرت تھانویؒ کی ایک امتیازی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اپنی تصانیف سے کبھی ایک پیسہ کا فائدہ حاصل نہیں

---

[1] قاری فیوض الرحمٰن، ڈاکٹر : مشاہیر علماء ج ۱ ص ۶۸
[2] علامہ خالد محمود : آثار التنزیل : لاہور ۱۹۷۰ء ص ۲۰۴
[3] پروفیسر عبد القیوم : تاریخ ادبیات : جامعہ پنجاب : ۱۹۷۲ء ج ۲ ص ۴۱
[4] مولانا محمد منظور نعمانی : الفرقان دونیات نمبر ص ۱۵، ۱۶

کیا، تمام کتابوں کے حقوقِ طبع عام تھے اور جس کا جی چاہے انہیں چھاپ سکتا تھا، آپ کا ترجمۂ قرآن شریف بہت سلیس، سہل اور عالمانہ ہے، تفسیر بیان القرآن ان کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔" ۱؎

مولانا قاضی زاہد الحسینی صاحب لکھتے ہیں:۔

"جامع اور مکمل تفسیر بیان القرآن — جو اس زمانہ میں تفسیر کے اساتذہ کے لئے بھی مشعلِ راہ ہے۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی، علمی اور روحانی بصیرت کا شاہکار ہے۔" ۲؎

مولانا عبد القیوم ندوی لکھتے ہیں:۔

"اسی طرح بیان القرآن ہے اور دورِ حاضر کی تمام ضروریات کی کفیل ہے اور بہترین ہے۔" ۳؎

شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

"بندہ کے احباب میں بھی اول مولوی عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نے ترجمہ کیا، اس کے بعد مولانا اشرف علی صاحب نے ترجمہ کیا، احقر نے دونوں ترجموں کو تفصیل سے دیکھا ہے جو ان خرابیوں سے پاک و صاف ہیں اور عمدہ ترجمے ہیں۔" ۴؎

۱؎ سید محبوب رضوی، تاریخ دار العلوم دیوبند، ج ۲: ص ۵۲

۲؎ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی، معارف القرآن: لاہور ص ۳۶

۳؎ مولانا عبد القیوم ندوی: تاریخ قرآن: لاہور ص ۸

۴؎ مولانا محمود حسن، پیش لفظ ترجمہ قرآن۔

مفسرِ قرآن مولانا عبدالماجد دریاآبادی لکھتے ہیں :۔

" اب چند سال سے مسلسل مشغلہ اس بے علم و نا اہل کا خدمتِ قرآنی کا ہے۔ اپنا تجربہ یہ ہے کہ دوسرے حضرات کے ہاں اکثر اوراق پر اوراق الٹ جانے سے بھی وہ گہرے نکتے نہیں ملتے جو مفسرِ تھانوی کے یہاں چند سطروں کے اندر میسر آجاتے ہیں " [۱]

مفسرِ قرآن مولانا احمد سعید دہلوی ؒ لکھتے ہیں :۔

" ترجمہ اور تفسیر بڑی تحقیق کے ساتھ لکھی گئی اور یقیناً اردو زبان میں اس سے زیادہ معتبر اور صحیح کوئی تفسیر ہندوستان میں نہیں ہے " [۲]

پروفیسر مولانا محمد اشرف خان صاحب لکھتے ہیں :۔

" حضرت تھانوی ؒ کو اللہ تعالیٰ نے جامع العلوم اور مجمع المعارف والفضائل بنایا تھا، آپ ہر دینی علم و فن سے فطری مناسبت اور اس میں مہارت و کمال کا درجہ رکھتے تھے... آپ کا بڑا کارنامہ اردو کی اشرف التفاسیر۔ تفسیر بیان القرآن۔ ہے جو بارہ مجلدات پر مشتمل ہے۔ اردو ترجمہ و تفسیر کے علاوہ حل لغات کے نام سے اہلِ علم کیلئے فصاحت و بلاغت و اعجاز وغیرہ کے نکات مستقلاً شامل ہیں۔ اس تفسیر کی تعریف امام العصر مولانا انور شاہ کشمیری اور علامہ سید سلیمان ندوی جیسے اساطین کر چکے ہیں " [۳]

---

[۱] مولانا محمد عمران خان : مشاہیر اہل علم کی محسن کتابیں کراچی : ص ۲۸ (مولانا عبدالماجد کا مضمون)

[۲] مولانا احمد سعید : ایمان کی باتیں : دہلی ، ص ۲۳۴

[۳] مولانا محمد اشرف خان : البلاغ مفتی اعظم نمبر : کراچی ص ۵۸۳

مولانا عبدالرحیم لکھتے ہیں :-

"تفسیر بیان القرآن (اردو) عالمانہ مذاق پر متوسط ضخامت کی تفسیر ہے۔ تمام لوازم تفسیر پر مختصر بحث کی گئی ہے۔

مولوی محمد اشرف علی تھانوی — چودہویں صدی کے علماء میں سے ہے۔ ابھی تک زندہ ہے۔ علم تفسیر و حدیث و فقہ کا متبحر حنفی عالم ہے۔ تفسیر کے علاوہ اس نے بہت سی مفید تصنیفیں کی ہیں۔ اس کا انداز اکثر محققانہ ہوتا ہے۔ نہایت متقی اور دیندار شخص ہے اور نہایت مؤثر وعظ کہتا ہے۔" [1]

"باوجود اختصار کے نہایت عمدہ تفسیر ہے۔ ربطِ آیات پر مختصراً بحث کرتا ہے اور ہر ایک اہم مسئلہ کے لئے (جس کا بتانا کسی آیت یا آیاتِ قرآنی کا مقصود ہوتا ہے) جداگانہ عنوان قائم کرنا اردو تفسیر میں اس کی امتیازی خصوصیت ہے۔ لغت اور محاورہ کی بھی تشریحات لکھی ہیں۔" [2]

علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں :-

"حضرت کا ترجمہ قرآن پاک — تاثیر، سہولتِ بیان اور وضوحِ مطالب میں اپنا آپ نظیر ہے۔ تفسیر القرآن کو یوں سمجھنا چاہیئے کہ روح المعانی اور تفاسیر ماسبق کی اردو میں حد درجہ محتاطانہ ترجمان ہے۔ سلوک و طریقت کی کتابوں کا بھی یہی حال ہے۔" [3]

---

[1] عبدالرحیم : لباب المعارف العلمیہ۔ لاہور : ۱۹۱۸ء : ج ۱ : ص ۲۶

[2] 〃 〃 〃 〃 ج ۲ ص ۱۱

[3] علامہ سید سلیمان ندوی : یادِ رفتگان کراچی ۱۹۵۵ء م ص ۲۸۶

مولانا محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں :۔

" اردو زبان میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کی تفسیر بیان القرآن" اپنے مضامین کے اعتبار سے بے نظیر تفسیر ہے اور اس کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ اسی وقت ہوتا ہے جب انسان تفسیر کی ضخیم کتابیں کھنگا لنے کے بعد اس کی طرف رجوع کرے "۔ [1]

دائرہ معارفِ اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور کے مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ :۔

" اشرف علی تھانوی (م ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳م) کا ترجمہ ومختصر تفسیر بھی اپنے مواد اور بیان کے لحاظ سے بہت پسند کی جاتی ہے "۔ [2]

مولانا محمد مالک لکھتے ہیں :۔

" حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علیؒ کی تفسیر بیان القرآن بھی ایک نہایت بلند پایہ اور محققانہ تفسیر ہے جو متقدمین کے علوم کا لباب اور جوھر ہے عجیب مؤثر انداز اور پاکیزہ اسلوب سے مطالبِ قرآن کی توضیح وتفصیل کی گئی ہے "۔ [3]

---

[1] مولانا محمد تقی عثمانی : علوم القرآن کراچی ص ۵۰۷

[2] دائرہ معارف اسلامیہ جامعہ پنجاب : لاہور ج ۶ ص ۵۳۵

[3] مولانا محمد مالک : منازل عرفان : لاہور ص ۳۰۴

عبدالصمد صارم لکھتے ہیں :۔

"مولانا اشرف علی تھانوی ۔ مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی اور مولانا محمود حسن شیخ الہند کے شاگرد ہیں۔ ان کی تفسیر "بیان القرآن" بہترین تفسیر ہے۔ قرآن مجید کا ترجمہ بھی کیا ہے جو صحیح و مستند ہے"۔ [1]

سید محبوب رضوی لکھتے ہیں :۔

"حضرت کی زندگی بڑی منظم تھی۔ کاموں کے اوقات مقرر تھے اور ہر کام اپنے وقت پر انجام پاتا تھا۔ متوسلین کے بہت سے خطوط آتے تھے مگر بقیدِ وقت ہر ایک کا جواب خود اپنے قلم سے تحریر فرماتے تھے"۔ [2]

علامہ حکیم سید عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں :۔

"تربیت وارشاد میں مخلوق کا مرجع بنے رہے، دُور دُور سے لوگ خدمت میں حاضر ہوتے اور فیض حاصل کرتے تھے ... آپ کے اوقات بہت منظم تھے۔ آپ ان بڑے علمائے ربانیین میں سے تھے جن کے مواعظ اور تالیفات سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو بہت نفع پہنچایا۔ عقیدہ و عمل کی بہت اصلاح کی آپ سے ہزاروں مسلمانوں نے استفادہ کیا، خلافِ شرع امور کا استیصال کیا، معارف الٰہیہ میں انہیں ید طولیٰ حاصل تھا

---

[1] عبدالصمد صارم : تاریخ التفسیر : لاہور : ۱۹۷۱ء صـ ۴۲

[2] سید محبوب رضوی : تاریخ دار العلوم دیوبند : ج ۲ صـ ۵۴

تصنیف وتالیف میں بہت مہارت تھی۔ عصرِ حاضر میں جو قبولیت انہیں حاصل ہوئی وہ دوسرے علماء اور مشائخ کے حصّہ میں نہیں آسکی۔

آپ نہایت حسین وجمیل اور نورانی چہرے والے تھے۔ لباس بھی صاف اور عمدہ ہوتا تھا، جس میں نہ اسراف ہوتا تھا اور نہ تکلّف، شیریں کلام تھے۔ اداء حقوق کی طرف بہت زیادہ توجہ دیتے تھے"۔ [1]

مولانا سیّد احمد رضا بجنوری نقشبندی مجددی لکھتے ہیں:۔

"حضرت تھانوی کی زندگی کا ایک نہایت روشن پہلو آپ کے بلند پایہ اصلاح وتجدیدی کارنامے بھی ہیں۔ آپ مسلمانوں کے عقائد وعبادات کی تصحیح کے ساتھ ان کے اخلاق، معاملات معاشرت وعملی زندگی کی اصلاحات پر بھی پوری توجہ فرماتے تھے، جو صرف آپ ہی کا حصّہ تھا۔ اس سلسلہ میں ایک نہایت جامع کتاب "حیات المسلمین" کے نام سے تالیف فرمائی جس میں قرآن مجید اور احادیثِ نبویہ کی روشنی میں مسلمانوں کی دینی و دنیوی فلاح وترقی کا مکمل پروگرام مرتب فرمایا!... آپ نے ایک عالم کو اپنے فیوضِ ظاہری و باطنی سے سیراب کیا۔ آپ کے بے شمار مواعظ، ملفوظات اور تصانیف کی روشنی سے شرق وغرب روشن ہوگئے، لاکھوں قلوب آپ کے

---

[1] علامہ عبدالحی الحسنی: نزھۃ الخواطر (عربی سے اردو ترجمہ) ج ۸: ص ۵۹

فیض باطن سے جگمگا اُٹھے، عوام و خواص علماء و اولیاء سب ہی نے آپ سے فیض پایا۔ [1]

مولانا کوثر نیازی لکھتے ہیں :۔

"ہمارے معاشرے میں بھی اچھے واعظ ہمیشہ موجود رہے اور اب بھی موجود ہیں۔ ان میں مولانا اشرف علی تھانوی بڑے بلند پایہ واعظ ہوئے ہیں علمی اعتبار سے مولانا کو بہت اونچا مقام حاصل تھا اور ان کے مواعظ حسنہ میں ان کا یہ علمی مقام خوب خوب منعکس ہوتا تھا۔ ان کے کئی کئی گھنٹوں کے ایک ایک وعظ میں سینکڑوں ہزاروں کتابوں کا عطر سمٹ آتا ہے اور اس بات میں کوئی مبالغہ نہیں کہ ان کے ایک ایک وعظ سے دورِ جدید کے مصنفین کئی کئی کتابیں لکھ سکتے ہیں۔" [2]

مولانا اعجاز الحق قدوسی لکھتے ہیں :۔

"حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کے ان مشہور و با اثر علماء میں تھے کہ جن کو تمام دیوبندی مکتبۂ فکر کے علماء قابلِ احترام سمجھتے تھے۔" [3]

مولانا عبدالماجد دریا بادی اپنی دوسری ملاقات کے تاثرات یوں بیان کرتے ہیں۔

---

[1] مولانا سید احمد رضا بجنوری: تذکرۂ محدثین : ص ۲۶۸

[2] مولانا کوثر نیازی : اندازِ بیاں: لاہور : ۱۹۷۵ء ص ۸۹

[3] مولانا اعجاز الحق قدوسی: اقبال اور علمائے پاک و ہند لاہور ص ۶۱

"آپ کے حاضری کے بعد معلوم ہو گیا تھا کہ مولانا محض نور کے بنے ہوئے اور تقدس کے سانچے میں ڈھلے ہوئے کرّوبیوں میں نہیں۔ آب و گل سے ترکیب پائے ہوئے انسانی دل، بشری جذبات رکھنے والے انسان ہیں۔ بالمومنین رؤف رحیم کے سچے جانشین، ضرورت کے وقت اور مصلحت کے ماتحت جتنے بھی سخت اور سخت گیر ہو جائیں لیکن اپنی عام طینت و خلقت کے لحاظ سے رحماء بینہم کے مصداق ہیں۔[1]

تخیل پاکستان مولانا عبدالماجد دریا بادی کی پہلی ملاقات حضرت تھانوی سے جون ۱۹۲۸ء میں تھانہ بھون میں ہوئی تھی۔ اس ملاقات کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:۔

"پاکستان کا تخیل، خالص اسلامی حکومت کا خیال یہ سب آوازیں بہت بعد کی ہیں۔ پہلے پہل اس قسم کی آوازیں یہیں کان میں پڑیں۔ حضرت کی گفتگو میں یہ جزو بالکل صاف تھا۔"[2]

اس کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں:۔

"۱۹۲۸ء میں پہلی بار حاضری ہوئی تو اس ملاقات میں حضرت (تھانوی) نے دارالاسلام کی اسکیم خاصی تفصیل

---

[1] مولانا عبدالماجد دریا بادی: حکیم الامت ص ۲۴

[2] " " " : نقوش و تاثرات ص ۲۳

سے بیان فرمائی تھی کہ "جی یوں چاہتا ہے کہ ایک خطہ پر اسلامی حکومت ہو، سارے قوانین، تعزیرات وغیرہ کا اجراء احکام شریعت کے مطابق ہو، بیت المال ہو، نظام زکوٰۃ رائج ہو، شرعی عدالتیں قائم ہوں۔ دوسری قوموں کے ساتھ مل کر کام کرنے سے یہ نتائج کہاں حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے تو صرف مسلمانوں ہی کی جماعت ہونی چاہیئے۔ اور اس کو یہ کوشش کرنی چاہیئے۔" [۱]

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی لکھتے ہیں:۔

"ادھر جمعیۃ علماء ہند کے انتہا پسند عناصر تیزی سے اپنی راہ پر گامزن تھے، ادھر علماء کا ایک گروہ تھا جو اپنی قسمت کا فیصلہ ہندوؤں سے کرانا نہیں چاہتا تھا۔ مولانا اشرف علی اس کے خلاف تھے کہ مسلمان ہندو قیادت کو تسلیم کرلیں، وہ اس کے بھی حامی تھے کہ دونوں قوموں کی شدید دشمنی کی بنا پر ہندوؤں سے کسی قسم کا تعاون ممکن نہیں۔ مولانا سید سلیمان ندوی کا بھی یہی خیال تھا کہ انگریزوں کے بعد ہندو اسلام کو ختم کرنے کی کوشش کریں گے۔ مولانا اشرف علی سے جب مسلم لیگ تعاون کی خواستگار ہوئی تو مولانا نے تحریری طور پر مسلم لیگ سے کچھ سوالات کئے اور مطمئن ہونے کے بعد کھلے طور پر مسلم لیگ کی تائید کی اور بدستور کانگریس کی مخالفت کی۔ ۱۹۴۳ء میں مولانا کی وفات پر

---

[۱] منشی عبدالرحمٰن : انداز سخن ص ۲۱۰

مسلم لیگ نے قرار دادِ تعزیت منظور کی۔" لہ

مولانا حافظ محمد اکبر شاہ بخاری لکھتے ہیں :۔

"حضرت تھانوی نے مسلم لیگ کی حمایت اور شرکت کی رائے دی۔ تنظیم المسلمین کے نام سے آپ کا فتویٰ شائع ہوا اس فتویٰ کے شائع ہونے کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانی، علامہ ظفر احمد عثمانی اور مولانا مفتی محمد شفیع اور آپکے تمام متوسلین اور خلفاء نے مسلم لیگ کی حمایت و اعانت میں سرگرم حصہ لیا اور ان تمام حضرات نے تحریکِ پاکستان کے سلسلہ میں عملی طور پر کارنامے انجام دیئے

اور پورے ہندوستان کا دورہ کیا اور ان حضرات کی کوششوں سے جگہ جگہ مسلم لیگ کامیاب ہوتی رہی۔ قائداعظم محمد علی جناح بھی حضرت تھانوی کی اس حمایت پر بڑے مطمئن اور شکر گزار تھے اور آپ کے متوسلین کی کوششوں کو ہمیشہ سراہتے، حتّٰی کہ ڈھاکہ اور کراچی میں پاکستانی پرچم کی نقاب کشائی کیلئے مولانا ظفر احمد عثمانی اور علامہ شبیر احمد عثمانی کو تجویز کیا اور ان ہی کے مبارک ہاتھوں نقاب کشائی کرائی۔" لہ

پروفیسر احمد سعید لکھتے ہیں :۔

لہ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی: علماء اور پالیٹکس : ص۳۵۷ تا ۳۶۲

لہ حافظ محمد اکبر شاہ بخاری، اکابر علماء دیوبند لاہور ص۴۴

"مولانا تھانویؒ مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ وطن کے خواہشمند تھے۔ اس کا تذکرہ ان کے ملفوظات میں اکثر ملتا ہے ۱۷ستمبر ۱۹۳۸ء کو لکھنؤ میں فرمایا:۔

"میری دلی تمنا ہے کہ اللہ تعالےٰ حکومتِ مسلمہ عادلہ قائم فرمائے اور میں اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔"

۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء کو مولانا تھانویؒ طویل بیماری کے بعد خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ آل انڈیا مسلم لیگ نے مولانا کی وفات پر جو تعزیتی قرارداد پاس کی اس سے مسلم لیگ کے حلقوں میں آپ کی قدر و منزلت کا پتہ چلتا ہے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل نے مندرجہ ذیل قرارداد ۱۴ نومبر ۱۹۴۳ء کو پاس کی۔

"آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا یہ اجلاس حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ مولانا مرحوم ایک جیّد عالم تھے۔ انہوں نے سینکڑوں کتابیں لکھیں۔ لاکھوں لوگ ان کے مرید تھے۔ انھوں نے اسلام کی اشاعت و تبلیغ میں جو خدمات سرانجام دیں ان کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ ان کی وفات مسلم لیگ کے لئے اس وجہ سے مزید دکھ کا باعث ہوئی کہ مولانا کی تائید و حمایت اس کے لئے بہت مددگار ثابت ہوئی جس کی وجہ سے مسلم لیگ نے ان خودغرض اور گمراہ طاقتوں کا مقابلہ کیا جو مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔

کونسل کا یہ اجلاس خداوند کریم سے یہ دعا کرتا ہے کہ مولانا کی روح کو سکون پہنچے اور ان کی روح بدستور ان لوگوں کی رہنمائی کرتی رہے جو مسلم

انڈیا کی وحدت کے لئے کام کر رہے ہیں۔ کونسل کا یہ اجلاس مولانا کے خاندان اور لاکھوں مریدوں سے بھی دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔" ؎۱

"۱۹۳۹ء میں جمعیتہ علماء ہند کا اجلاس دہلی میں منعقد ہوا۔ جمعیتہ کی طرف سے آپ کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی، جس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا:۔

"آپ تو واقعات نے مجھ کو اس رائے پر بہت ہی پختہ کر دیا کہ مسلمانوں کا خصوصاً حضرات علماء کا کانگریس میں شریک ہونا میرے نزدیک مذہباً مہلک ہے بلکہ کانگریس سے بیزاری کا اعلان کر دینا بہت ضروری ہے۔ علماء کو خود مسلمانوں کی تنظیم کرنی چاہیئے اور مسلمانوں کو کانگریس میں داخل ہونا اور داخل کرنا میرے نزدیک ان کی دینی موت کے مترادف ہے۔"

ایک اور موقع پر کانگریس میں مسلمانوں کی شرکت کے متعلق فرمایا:۔

"کانگریس میں مسلمانوں کی شرکت کا مقصد اسلام اور مسلمانوں کو تباہ کرنا ہے۔ مسلمانوں کا کانگریس میں شرکت کرنا اور ہندوؤں کے ساتھ مل کر یا ان کو ساتھ ملا کر کام کرنا اسلام اور مسلمانوں کے لئے نہایت خطرناک بات ہے..... ہندو انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنا نہیں چاہتے، ان کا نفع تو انگریزوں کے قیام ہی میں ہے۔" ؎۲

؎۱ پروفیسر احمد سعید: مولانا اشرف علی تھانوی اور تحریک آزادی ص۱۵۲ تا ۱۵۴

؎۲ " " " : حصول پاکستان: لاہور ص۲۶۸ - ۲۶۹

"قیامت آجائے ہندو کبھی مسلمان کے خیر خواہ اور دوست نہیں ہو سکتے۔"[1]

پروفیسر محمد شفیع صابر لکھتے ہیں:۔

مولانا (اشرف علی) تھانوی کی تجویز

پر جمعیتہ علماء ہند کے مقابلے میں جمعیتہ علماء اسلام کے قیام کا اعلان ہوا جس کے صدر علامہ شبیر احمد عثمانی رحؒ اور نائب صدر مولانا ظفر احمد عثمانی تھانویؒ تھے۔ انہی دنوں ایک بار دہلی کے ایک تاجر نے قائد اعظم سے کہا:۔

"کانگریس کے ساتھ بہت سے علماء ہیں، آپ کے ساتھ بہت تھوڑے ہیں۔" اس پر قائد اعظم نے بے ساختہ کہا "مسلم لیگ کے پاس ایک ہی اتنے بڑے عالم ہیں جن کا علم اور تقدس اگر ایک پلڑے میں رکھا جائے اور کانگریس کے تمام علماء کا تقویٰ تقدس اور علم دوسرے پلڑے میں تو اول الذکر ہی کا پلڑا بھاری رہے گا۔" قائد اعظمؒ کی مراد حضرت مولانا اشرف علی تھانوی سے تھی۔[2]

منشی عبدالرحمٰن مزید لکھتے ہیں کہ قائد اعظم نے فرمایا:۔

"وہ مولانا اشرف علی تھانوی ہیں. جو چھوٹے سے قصبے میں رہتے ہیں مسلمانوں کو ان کی حمایت کافی ہے اور کوئی موافقت کرے یا نہ کرے

---

[1] پروفیسر احمد سعید: حصول پاکستان لاہور ص۲ بحوالہ الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۶۳۸

[2] محمد شفیع صابر "قائد اعظم اور صوبہ سرحد": لاہور ص ۱۵۷

ہمیں پرواہ نہیں۔" لہ

مزید لکھتے ہیں :-

"جب مجلس دعوۃ الحق بمبئی کے ارکان قائداعظم کے پاس سلسلۂ تبلیغ گئے اور ان سے شکوہ کیا کہ جماعت علماء آپ کی تائید میں نہیں تو قائداعظم فوراً اٹھ کر دوسرے کمرہ میں گئے اور ایک فائل لاکر ان کے سامنے کھولی اور فرمایا "آپ پہچانتے ہیں کہ یہ کس کی تحریر ہے؟ انہوں نے فوراً تحریر پہچان کر کہا کہ یہ تو حضرت تھانوی کی تحریر ہے۔ اس پر قائداعظم نے بڑے جوش کے ساتھ یہ فرمایا تھا۔" ٢ه

باغپت ضلع میرٹھ کے رئیس اعظم نواب جمشید علی خان نے راقم الحروف کو لکھا:۔

"یہ بالکل حقیقت ہے کہ قائداعظم کی تمام تر دینی تربیت حضرت تھانوی کا فیضان تھا اور ان کا اسلامی شعور حضرت والا کی بدولت تھا مولوی شبیر علی صاحب تھانوی نے قائداعظم کو حضرت والا کے قریب تر لانے میں بڑا کام کیا۔

قائداعظم باغپت کے دوران قیام میں حضرت (تھانوی) کا بہت خلوص اور ادب سے تذکرہ فرمایا کرتے تھے .... قائداعظم پر آخر زمانہ میں جو مذہبی رنگ غالب ہوا جس کو ہم سب نے دیکھا وہ حضرت شیخ تھانوی کی جوتیوں کا صدقہ تھا۔" ٣ه

لہ منشی عبدالرحمٰن، تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی: لاہور ص ۱۹۶

٢ه " " " " " " " ص ۱۹۵-۱۹۶

٣ه " " انداز سخن " ص ۲۹۴

ڈاکٹر معین الدین عقیل لکھتے ہیں:۔

"علماء کا جو گروہ تحریک آزادی میں شامل ہو کر نظریہ پاکستان کی حمایت اور مسلم لیگ کے ساتھ اشتراکِ عمل کر رہا تھا، اس میں متعدد نمایاں اور ممتاز افراد شامل تھے، جن کی رہنمائی اور سرکردگی مولانا اشرف علی تھانوی کر رہے تھے۔ وہ علمائے دیوبند میں ایک عالِم اور صوفی کی حیثیت سے ایک ممتاز مقام کے حامل تھے۔ سیاسی مطمحِ نظر کے لحاظ سے وہ ہمیشہ دو قومی نظریہ کی ترویج کرتے رہے۔ اس اعتبار سے انہیں کانگریس میں مسلمانوں کی شرکت پسند نہ تھی۔ وہ کانگریس میں مسلمانوں کی شرکت کو ان کی دینی موت کے مترادف سمجھتے تھے۔ وہ اس بات کے بھی قائل تھے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں کبھی حقیقی اتحاد نہیں ہو سکتا۔ اس لئے انھوں نے تحریک خلافت اور تحریک عدمِ تعاون میں مسلمانوں کے ساتھ ہندوؤں کی شرکت کی مخالفت کی تھی ۔۔۔۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ مسلمان ہندو قائدین کے پیچھے چلیں۔ تاریخ کے ایک طویل دور میں جب ہندو اور مسلمان متحد نہ رہ سکے اور ان کے درمیان ہمیشہ اختلافات موجود رہے تو اب اس دور میں بھی مسلمانوں کو ہندو قائدین سے کوئی بہتر توقع نہ رکھنی چاہیئے ۔ وہ ایک حساس اور باخبر عالم تھے جنہیں اس وقت مسلمانوں کے زوال اور ان کے مصائب کا مکمل احساس اور شعور تھا۔" [1]

---

[1] ڈاکٹر معین الدین عقیل: مسلمانوں کی جدوجہد آزادی: لاہور ۱۹۸۲ء، ص۱۹۴

حکیم آفتاب حسن قرشی لکھتے ہیں :۔

"مولانا اشرف علی تھانوی کی شخصیت علماء میں یگانہ حیثیت کی حامل تھی، وہ اپنے دور کے ایک متبحر عالمِ دین صوفی اور مصنّف تھے اور لاکھوں مسلمان ان سے عقیدت رکھتے تھے، وہ بالعموم سیاست سے دُور رہتے تھے انہوں نے کبھی کسی سیاسی تحریک میں حصہ نہ لیا تھا۔ انہوں نے برصغیر میں رونما ہونے والے واقعات کی بنا پر ان خطرات کو بھانپ لیا جو مسلمانوں کو پیش آنے والے تھے۔ اس موقع پر انہوں نے قائدِ اعظم اور مسلم لیگ کی بھرپور حمایت کا فیصلہ کیا۔ مولانا تھانوی کے اس فیصلے سے مسلم لیگ کو بڑی تقویت ملی۔ مولانا موصوف نے قائدِ اعظم کو اسلام کے اجتماعی نظام کی طرف توجہ دلائی۔ قائدِ اعظم بھی حضرت مولانا تھانویؒ کے بیحد مدّاح تھے اور ۱۹۴۳ء میں جب مولانا تھانویؒ کا انتقال ہُوا تو آل انڈیا مسلم لیگ کونسل نے اپنے اجلاس میں ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے قرار دادِ تعزیت منظور کی۔" لہ

"علماء اور مشائخ آزادی کی ان تحریکات میں اس جذبے کے تحت حصہ لیتے رہے کہ ہندوستان میں اسلامی حکومت قائم ہو۔۔۔۔۔ تحریک پاکستان علماء اور مشائخ کے خلوص و ایثار کی دلآویز داستان ہے ۔۔۔۔ ان میں ہر صوبے اور ہر طبقے کے علماء شامل تھے۔۔۔۔

لہ حکیم آفتاب احمد و پروفیسر محمد اسلم: مطالعہ پاکستان لازمی ڈگری کلاسز کیلئے ص ۱۴۹

مولانا اشرف علی تھانوی... مولانا شبیر احمد عثمانی، مفتی محمد شفیع اور مولانا ظفر احمد عثمانی"۔

تحریک پاکستان میں علماء اور مشائخ کے کارنامے بڑے درخشاں ہیں۔ انہی کارناموں کی بنا پر جب پاکستان قائم ہوا تو مغربی پاکستان میں کراچی میں حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے سرکاری طور پر پرچم لہرایا اور ڈھاکہ میں یہ فرض مولانا ظفر احمد عثمانی نے انجام دیا۔ یہ پاکستان اور قائد اعظم کی جانب سے علماء اور مشائخ کے گراں بہا کارناموں کا اعتراف تھا۔ تحریکِ پاکستان کی تاریخ میں علماء اور مشائخ کے کارنامے ہمیشہ جگمگاتے رہیں گے۔[۱]

صوفیانہ مسلک

آپ حج کے لئے حرمین شریفین پہنچے اور وہاں شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ (م ۱۳۱۷ھ) کے دستِ حق پرست پر بیعت ہو کر منازلِ سلوک طے کر کے ان کے خلیفہ مجازؒ ہونے کا شرف حاصل کیا۔ آپ حضرت حاجی صاحبؒ کے ممتاز اور محبوب خلفاء میں سے تھے۔[۲]

منشی عبدالرحمٰن لکھتے ہیں:۔

"روحانی تربیت آپ نے شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے پائی، اور قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، اور قطب عالم حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن مراد آبادی سے روحانی طور پر فیضیاب ہوتے رہے اور ان کی دعائیں لیتے رہے۔"[۳]

۱؎ حکیم آفتاب حسن قریشی: مطالعہ پاکستان: ص ۱۵۴

۲؎ سید نفیس الحسینی: احوال و آثار شیخ العرب والعجم: لاہور: ص ۲۲

۳؎ منشی عبدالرحمٰن: معماران پاکستان: لاہور ۱۹۷۶ء ۱۸۵

بزرگانِ دین سے عقیدت و محبّت آپ کو بزرگانِ دین اور اولیائے کرام سے خاص عقیدت و محبّت تھی۔ آپ اپنے زمانہ کے تمام بزرگانِ دین سے ملے ہیں اور ہر ایک سے دعا و توجہ اور لطف و عنایت کے ذریعہ استفادہ باطنی کیا ہے۔ آپ فرماتے تھے:۔

"بزرگوں کے ناموں سے بھی روح میں تازگی اور قلب میں نور پیدا ہوتا ہے۔" "بزرگانِ دین اور اولیائے کرام خدا اور رسول کے عاشق ہیں اس لئے ممکن نہیں کہ ان کے حالات پڑھے جائیں اور قلب میں محبتِ الٰہی پیدا نہ ہو۔"

ایک صاحب نے آپ سے دریافت کیا کہ حضرت آپنے اس قدر کتابیں تحریر فرمائی ہیں تو ہزاروں کتابیں دیکھی ہوں گی؟ آپنے فرمایا:

"ہاں چند کتابیں دیکھی ہیں جن کے نام یہ ہیں۔ حضرت حاجی امداد اللہؒ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ان کتابوں نے مجھے دوسری تمام کتابوں سے بے نیاز کر دیا۔"

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "الحمد للہ! میں کہہ سکتا ہوں کہ میں نے اپنے کسی بزرگ کو ایک منٹ کے لئے بھی مکدّر نہیں کیا۔" [1]

---

[1] نجم الحسن تھانوی، مولانا: حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی: مظفر نگر یوپی: ص۲۲-۲۳۔

ڈاکٹر محمد عبدالحی عارفی تحریر فرماتے ہیں :۔

" ۱۳۱۵ھ میں جب آپ کانپور سے تھانہ بھون تشریف لے گئے تو آپ کے پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے آپ کو ان الفاظ میں گرامی نامہ لکھا۔

" بہتر ہوا آپ تھانہ بھون تشریف لے گئے، اُمید ہے کہ آپ سے خلائق کثیر کو فائدہ ظاہری و باطنی ہو گا، اور آپ ہمارے مدرسہ اور خانقاہ کو از سرِ نو آباد کریں۔ میں ہر وقت آپ کے حال میں دعا کرتا ہوں اور آپ کا مجھے خیال رہتا ہے"[۱]

پروفیسر احمد سعید لکھتے ہیں :۔

" مولانا اشرف علی تھانوی دیوبند کے اس مکتبۂ فکر کی سربراہی کرتے تھے جو تحریک پاکستان کا دل و جان سے حامی تھا۔ قائد اعظم کے بارے میں مولانا اشرف علی تھانوی نہایت عمدہ رائے رکھتے تھے، قائد اعظم اور مولانا اشرف علی تھانوی کے درمیان باقاعدہ خط و کتابت ہوتی تھی۔ خوش قسمتی سے قائد اعظم کے کاغذات میں مولانا تھانوی کا ایک خط دستیاب ہوا ہے یہ خط[۲] ۱۹۳۸ء میں قائد اعظم کو لکھا گیا تھا، مولانا تھانوی، قائد اعظم محمد علی جناح کو پکا مسلمان اور اسلام کا سچا خادم سمجھتے تھے۔ اس کی تائید مولانا ظفر علی خان نے اپنی ایک نظم " بڑا مولوی"

---

[۱] محمد عبدالحی ڈاکٹر : بصائر حکیم الامت : کراچی ص۴۲

[۲] قائد اعظم کے کاغذات، فائل نمبر ۱۰۹۲، ص۲۹۴

ہیں کی ہے، اس کا آخری شعر ملاحظہ ہو :۔

سمجھ لوں میں جینا کو کیونکر مسلماں
کوئی میں بھی اشرف علی تھانوی ہوں [1]

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال لکھتے ہیں :۔

" میں مثنوی مولانا روم کی تفسیر میں مولوی اشرف علی تھانوی کا مقلّد ہوں " [2]

حکیم آفتاب احمد قرشی لکھتے ہیں :۔

" مولانا اپنے دور کے سب سے بڑے عالم تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے سرپرست تھے۔ حضرت مولانا تھانوی بڑے دردمند بزرگ تھے۔ ان کے شب و روز مسلمانوں کے بارے میں غور و فکر میں گزرتے تھے۔ ان کی ۱۹۲۸ء سے رائے تھی کہ ایک خطہ پر اسلامی حکومت ہونی چاہیئے... مولانا تھانوی نے گویا ۱۹۲۸ء ہی میں ہندوستان میں اسلامی حکومت کے قیام کی تمنّا کی تھی قائدِ اعظم نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر مسلمانوں کو ۱۹۳۵ء میں منظم کرنے کا عزم کیا تو ہندوستان بھر میں جن اکابر نے سب سے زیادہ تعاون کیا ان میں حضرت تھانوی سرفہرست تھے "۔ [3]

---

[1] مولانا ظفر علیخان: چمنستان: لاہور ۱۹۴۴ء بحوالہ آیات قائد اعظم چند نئے پہلو ص۱۱۱

[2] علامہ اقبال: مقالات اقبال: بحوالہ اعجاز الحق اقبال اور علمائے پاک و ہند: لاہور ص۱۷۲

[3] آفتاب احمد قرشی: کاروانِ شوق: مطبوعہ جامعہ پنجاب لاہور ص

وصال: ۱۶-۱۷ رجب ۱۳۶۲ھ ۱۹-۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء کی درمیانی شب میں تھانہ بھون میں اس جہان فانی کو خیر باد کہا۔[1] کل عمر ۸۲ سال تین ماہ دس یوم ہوئی۔[2] تھانہ بھون میں حافظ ضامن شہید کے مزار کے قریب انہی کے باغ میں جسے انہوں نے خانقاہ امدادیہ کے نام سے وقف کردیا تھا دفن کیا گیا۔ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے نماز جنازہ پڑھائی۔[3]

مولانا جمیل احمد جونپوری نے درج ذیل عربی شعروں میں تاریخ وفات لکھی ہے۔

کان الفقیہ الصالح اشرف علی	میلادہ کرم عظیم ما خفی ۱۲۸۰
والعمر مدتھا امام لا خفا	قد مات فی الغفران احفظ یا اخی ۱۳۶۲ھ[4]

حضرت کے وصال پر تعزیتی نوٹ اور جو مرثیے شائع ہوئے وہ تعداد میں کافی ہیں، دو عربی مرثیے تو علامہ ظفر احمد عثمانی کے قلم سے ہیں، ایک علامہ حافظ محمد ادریس کاندھلوی اور ایک مولانا سراج الحق مچھلی شہری کے قلم سے ہے۔ ان میں مولانا حافظ محمد ادریس کاندھلوی کا لکھا ہوا قصیدہ پیشِ خدمت ہے:

---

[1] مولوی شاہد: تاریخ مظاہر، سہارنپور: ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء صـ۱۴۷

[2] فیوض الرحمٰن بالشیخ اشرف علی وبعض تلامیذہ (ن م) صـ۲۴۳

[3] ″ ″ ″ ″ ″ صـ۲۴

مرثیۃ حکیم الامۃ الشیخ التھانوی [1]

لَقَدْ قُبِضَتْ رُوحُ الْعُلیٰ وَالْمَکَارِمِ
بِمَوْتِ حَکِیْمِ الْھِنْدِ اَشْرَفِ عَالِمِ
وَقَدْ قُبِضَتْ رُوحُ الْفَضَائِلِ وَالْھُدیٰ
بِمَوْتِ اِمَامِ الْھِنْدِ رَاْسِ الْاَکَارِمِ
تَقِیٍّ نَقِیٍّ عَالِمٍ اَیِّ عَالِمٍ
وَمَوْتُہٗ وَاللّٰہِ مَوْتَۃُ عَالَمٍ
وَکَانَ جُنَیْدَ الْوَقْتِ نُعْمَانَ عَصْرِہٖ
وَفِی الْبَحْثِ کَالرَّازِیِّ عِنْدَ التَّخَاصُمِ
وَکَانَ خَطِیْبًا مِصْقَعًا اَیَّ مِصْقَعٍ
مَوَاعِظُہٗ مَشْھُوْرَۃٌ فِی الْعَوَالِمِ
لَقَدْ جَمَعَ الْعِلْمَیْنِ ظَھْرًا وَّبَطْنَہٗ
لَقَدْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ مِنْہُ لِشَائِمِ
وَقَدْ کَانَ فِی التَّفْسِیْرِ اٰیَۃَ رَبِّہٖ
ھَمٰی عِلْمُہٗ مِثْلَ الْحَیَا الْمُتَرَاکِمِ
وَاَحْیٰ عُلُوْمَ الدِّیْنِ مُدَّۃَ عُمْرِہٖ
وَمَا خَافَ فِیْ مَوْلَاہُ لَوْمَۃَ لَائِمِ
تَصَانِیْفُہٗ سَارَتْ بِشَرْقٍ وَّمَغْرِبٍ
وَقَدْ بَلَغَتْ اَلْفًا فَھَلْ مِنْ مُّسَاھِمِ

---

[1] یہ مرثیہ مولانا حافظ محمد ادریس کاندھلوی نے حضرت کے وصال پر لکھا تھا۔

وَصَنَّفَهَا لِلّٰهِ يَبْتَغِيْ بِهَا الرِّضٰى
وَمَا بَاعَ تَصْنِيْفًا لَّـهٗ بِالدَّرَاهِمِ

بَكَتْهُ بِلَادُ الْهِنْدِ حَقًّا جَمِيْعُهَا
وَقَدْ بُدِّلَتْ اَعْرَاسُهَا بِالْمَاٰتِمِ

وَحَقٌّ عَلَى الْاِسْلَامِ وَالْعِلْمِ وَالتُّقٰى
لِفَقْدِكَ تَذْرَافُ الدُّمُوْعِ السَّوَاجِمِ

تَزَعْزَعَ بُنْيَانُ الشَّرِيْعَةِ وَالتُّقٰى
وَصَارَ بِنَاءُ الدِّيْنِ وَاهِيَ الدَّعَائِمِ

وَقَدْ مَالَ طَوْدُ الْفَضْلِ مِنْ بَعْدِ مَارَسٰى
وَقَدْ غَاضَ بَحْرُ الْعِلْمِ بَعْدَ التَّلَاطُمِ

وَقَدْ كُوِّرَتْ شَمْسُ الْمَعَارِفِ وَالتُّقٰى
وَقَدْ صَارَ بَدْرُ الْعِلْمِ تَحْتَ الْغَمَائِمِ

وَمَنْ لَّمْ يُشَاهِدْ مَوْتَ عِلْمٍ وَّحِكْمَةٍ
أَلَا فَلْيُشَاهِدْ هٰكَذَا غَيْرَ حَالِمِ

فَمَنْ لِّلْفَتَاوٰى وَالْمَعَارِفِ بَعْدَهٗ
وَتَلْقِيْنِ أَذْكَارٍ وَّاِيْقَاظِ نَائِمِ

فَقَدْ نَالَكَ مَنْ شَاءَ بَعْدَ فَلْيَمُتْ
فَرُزْءُكَ رُزْءٌ جَلَّ عَنْ وَهْمِ وَاهِمِ

وَلَمْ يَبْقَ لِلْعَيْنَيْنِ بَعْدَكَ مَدْمَعًا
وَصَغَّرَ لِيْ كُلَّ الرَّزَايَا الْعَظَائِمِ

فَقَدْنَاكَ مِثْلَ الأَرْضِ تَفْتَقِدُ وَبْلَهَا
وَكَيْفَ حَيَاةُ الأَرْضِ مِنْ دُوْنِ سَاجِمِ

كَفَانِيْ حُزْنًا أَنْ تَخَلَّفْتُ بَعْدَهُ
أُبَكِّيْ مَعَ الْبَاكِيْنَ مِثْلَ الْحَمَائِمِ

عَفَاءٌ عَلَى الدُّنْيَا إِذَا غَابَ نُوْرُهَا
وَغَارَتْ عُيُوْنُ الْعِلْمِ تَحْتَ التَّهَائِمِ

فَفِيْنَا عَزَاءٌ وَالْمَلَائِكُ تُنْشِدُ
عَلَى الطَّائِرِ الْمَيْمُوْنِ يَا خَيْرَ قَادِمِ

وَقَدْ جَدَّ ذَا الأَحْزَانَ رُزْءُ وَفَاتِهِ
وَجَدَّ لِيْ رَسْمَ الْجُرُوْحِ الطَّوَاسِمِ

وَذَكَّرَنِيْ رُزْءَ الْخَلِيْلِ[1] وَأَنْوَرٍ[2]
وَرُزْءَ عَزِيْزٍ[3] قَائِمِ اللَّيْلِ صَائِمِ

---

[1] وهو الشيخ العالم خليل احمد المحدّث المهاجر المدنی صاحب بذل المجهود فی شرح سنن أبی داود وكانَ من اساتذة الشيخ محمد ادريس الكاندلوی

[2] وهو امام العصر محمد أنور الكشميری شيخ الحديث بجامعة ديوبند الإسلامية وداَبهيل وهو أيضاً من اساتذته .

[3] والشيخ عزيز الرحمٰن المفتی كان من كبار العلماء وأستاذ جامعة ديوبند الإسلامية وكان من علماء الصالحين والشيخ عزيز الرحمٰن العثمانی المفتی كان من أساتذة الشيخ الكاندلوی رحمهم الله أجمعين .

وَلَا غَرْوَ فِي هٰذَا فَكَانَ مُجَدِّدًا
لِمِلَّةِ خَيْرِ النَّاسِ مِنْ آلِ هَاشِمٍ
وَجَدَّدَ رَسْمَ الدِّيْنِ بَعْدَ دُرُوْسِهٖ
وَكَانَ إِمَامًا لِلْوَرٰى لَمْ يُزَاحِمٍ
فَيَا لِلْمُصَابِ قَدْ أَعَادَ مَصَائِبًا
رَزَاءً نَابِهَا فِيْ عَهْدِنَا الْمُتَقَادِمِ
وَلَوْ قِيْلَ الْمَوْتُ الْفِدَاءَ لَكُنْتُهُ
وَعَادَتْ حَيَاةُ الْعِلْمِ عِيْشَةَ نَاعِمٍ
وَأَيْتَمْتَ أَهْلَ الْعِلْمِ يَاعَلَمَ الْهُدٰى
فَمَنْ ذَا الَّذِيْ نَدْعُوْ لِرَغْمِ الْمُخَاصِمِ
وَأَوْرَثْتَنَا عِلْمًا وَأَوْرَثْتَنَا الْأَسٰى
وَلِيْ مِنْهُمَا حَظٌّ نَصِيْبُ الْمُقَاسِمِ
عَلَيْكَ سَلَامُ اللّٰهِ يَاقَبْرَ أَشْرَفِ
وَرَحْمَتُهٗ تَتْرٰى كَجُوْدِ الْغَمَائِمِ
وَبَوَّأَكَ الرَّحْمٰنُ خَيْرَ مُبَوَّءٍ
وَأَرْضَاكَ رَبُّ الْعَرْشِ أَرْحَمُ رَاحِمٍ
وَأُهْدِيْكَ يَانَجْمَ الْهُدٰى أَحْسَنَ الدُّعَا
وَتَسْلِيْمَ مُشْتَاقِ الْفُؤَادِ دَوَاهِمٍ
جَزَاكَ إِلٰهُ الْعَرْشِ خَيْرَ جَزَائِهٖ
فَقَدْ كُنْتَ لِلْإِسْلَامِ أَحْسَنَ خَادِمٍ [1]

---

[1] طبعت هذه المرثية في مجلّة "برهان" الشهرية دهلى ديسمبر ١٩٤٣م
ص ٧٢ الى ٧٥ -

خلفاء

حضرت حکیم الامت کے زیر تربیت جن حضرات نے منازلِ سلوک طے کیں ان میں ایک تو وہ ہیں جنہیں آپ نے اجازت بیعت سے نوازا وہ "مجازین بیعت" کے نام سے مشہور ہیں۔ دوسرے وہ جن کی مجلس وصحبت بھی متاثر کئے بغیر نہیں چھوڑتی حضرتؒ نے ان کو تلقین بلا بیعت کی اجازت مرحمت فرمائی اور ایسے حضرات کا لقب "مجازین صحبت" تجویز فرمایا۔

نمبر شمار	مجازین بیعت	تاریخ وفات
۱	مولانا احمد علی صاحب فتحپوری	
۲	مولانا محمد صاحب چاٹگامی	
۳	مولانا نور حسین صاحب اڈرانہ ضلع جہلم	
۴	مولانا عبید الحق صاحب موہن پوری	
۵	حکیم محمد یوسف صاحب بجنوری	
۶	حکیم نور احمد صاحب کانپوری	
۷	مولانا عبد الرحمٰن صاحب شکھرا	نصف ذیقعدہ سنہ ۱۳۴۰ھ
۸	مولانا خلیل الرحمٰن صاحب اعظم گڑھی	رجب سنہ ۱۳۴۱ھ
۹	منشی محمد سلطان صاحب مدراسی	شوال سنہ ۱۳۴۲ھ
۱۰	حاجی محمد مصطفےٰ صاحب خورجوی	۸ ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۳ھ
۱۱	مولانا محمد عیسےٰ صاحب بنارس	۹ رجب سنہ ۱۳۴۴ھ

نمبر شمار	مجازین بیعت	تاریخ وفات
۱۲	مولانا شاہ لطف رسول صاحب فتحپور ضلع بارہ بنکی	غرہ شعبان ۱۳۴۴ھ
۱۳	حافظ محمد عمر صاحب نہٹوری علیگڑھ	۷ رمضان ۱۳۴۴ھ
۱۴	شیخ معشوق علی صاحب قنوجی	شوال ۱۳۴۵ھ
۱۵	مولانا محمد صادق صاحب مالیگاؤں ضلع ناسک	۱۳ ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ
۱۶	صوفی رحیم بخش صاحب دہلی (للعوام)	ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ
۱۷	مولانا عبد الحئی صاحب سہارنپوری حیدرآباد	۲۷ رمضان ۱۳۴۸ھ
۱۸	خیرات احمد خان صاحب سونڈھیا ضلع گیا	۲۶ ذیقعدہ ۱۳۴۹ھ
۱۹	مولانا ابو الحسن صاحب جونپور	۷ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ
۲۰	حاجی محمد یوسف صاحب رنگونی	۸ محرم ۱۳۵۲ھ
۲۱	مولانا ابوبکر صاحب ارکانی	۲۲ جمادی الثانیہ ۱۳۵۲ھ
۲۲	سید فیروز شاہ صاحب منڈوری ضلع پشاور	۳ شوال ۱۳۵۳ھ
۲۳	مولانا عبد المجید صاحب شاہجہانپوری	۴ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ
۲۴	مولانا عبد الرحمن صاحب بریلوی	۲۱ شوال ۱۳۵۴ھ
۲۵	مولانا عبد العلیم صاحب بردوانی	
۲۶	مولانا حکیم محمد مصطفیٰ صاحب بجنوری	
۲۷	مولانا محمد اسحاق صاحب بردوانی	
۲۸	مولانا حسن الدین صاحب مدراسی	
۲۹	مولانا غلام صدیق ڈیرہ غازیخان	
۳۰	مولانا سید محمد سحق صاحب کانپوری	
۳۱	مولانا محمد عیسیٰ صاحب الہ آبادی	۲۵ ربیع الاول سنہ ۱۳۶۳ھ

نمبر شمار	مجازین بیعت	تاریخ وفات
۳۲	مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ	۱۲ اگست ۶۳ء کراچی
۳۳	حاجی شبیر محمد صاحب گھوٹکی رحمۃ اللہ علیہ (سندھ)	۱۳۸۶ھ مدینہ طیبہ
۳۴	مولانا افضل علی صاحب بارہ بنکی	
۳۵	مولانا عبدالمجید صاحب بچھرایونی	۱۵ مارچ ۵۱ء خانیوال
۳۶	خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ	۲۷ شعبان ۱۳۶۳ھ اورئی (جالون)
۳۷	مولانا حبیب اللہ صاحب اعظم گڑھی	۱۹ مئی ۶۰ء سکھر
۳۸	مولانا واحد بخش صاحب بہاولپور	۱۹۶۲ء
۳۹	حاجی شمشاد علی صاحب کلانوری رحمۃ اللہ علیہ	
۴۰	محمد عبداللہ خان صاحب بھوپالی	
۴۱	سید فخر الدین شاہ صاحب گھوٹکی (سندھ)	
۴۲	مولانا صغیر محمد صاحب کمرلہ بنگال	
۴۳	مولانا عبدالحمید صاحب وزیرستانی	۱۸۹۲ - ۱۹۶۶ء
۴۴	مولانا اطہر علی صاحب میمن سنگھی (بنگال)	۱۱ شوال ۹۶ھ میمن سنگھ
۴۵	مولانا عبدالوہاب صاحب ہاٹ ہزاری (بنگال)	۸ شعبان ۱۴۰۲ھ
۴۶	ابوالبرکات صاحب سلطانپوری (للعوام)	
۴۷	مولانا نذیر احمد صاحب کرنالوی	۱۹۳ — ۳ ۱۹ء
۴۸	مولانا رفیع الدین صاحب الہ آباد	جمادی الثانی ۶۳ھ
۴۹	مولانا عبدالسلام صاحب پشاوری	۱۹۸۴ء
۵۰	مولانا محمد موسیٰ صاحب مہاجر مدنی	
۵۱	مولانا محمد سعید صاحب، مدراسی	۱۸ محرم ۱۳۸۹ھ

نمبر شمار	مجازین بیعت	تاریخ وفات
۵۲	مولانا نذیر احمد صاحب کیرانوی	۸ر دسمبر ۵۶ء کیرانہ
۵۳	مولانا مقصود اللہ صاحب بریسال (بنگال)	
۵۴	مولانا شاہ وصی اللہ صاحب فتحپوری (الہ آباد)	۲۵ نومبر ۷۶ء بحری جہاز میں وصال ہوا
۵۵	مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری (بانی جامعہ اشرفیہ لاہور)	۱۴ر ذی الحجہ سنہ ۸۰ھ کراچی
۵۶	مولانا سراج احمد خان صاحب امروہوی	
۵۷	مولانا ممتاز احمد صاحب سوٹڈھیا گیا بہار	ماشاءاللہ حیات ہیں
۵۸	منشی خدادخان صاحب لکھنوی	۱۹۵۰ء
۵۹	مولانا عبدالجبار صاحب فیروزپوری	۱۶ر اپریل ۵۱ء ہارون آباد
۶۰	مولانا ولی احمد صاحب کیمبلپوری	۱۹۵۰ء
۶۱	مولانا خیر محمد صاحب جالندھری بانی خیر المدارس ملتان	۲۰ر شعبان سنہ ۹۰ھ
۶۲	مولانا عبدالرحمن صاحب کاملپوری صدر مدرس مظاہر علوم سہارنپور	۲۱ر دسمبر ۶۵ء کاملپور
۶۳	مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند	سنہ ۱۴۰۳ھ
۶۴	مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی (مفتی اعظم پاکستان)	۱۰ر شوال ۹۶ھ کراچی
۶۵	مولانا محمد نبیہ صاحب ٹانڈہ بال مراد آباد	۱۲ر ربیع الاول ۹ھ ٹانڈہ
۶۶	مولانا محمد صابر صاحب امروہوی	۲ر صفر ۹۳ھ
۶۷	نواب احمد علی خان صاحب سہارنپوری	
۶۸	حکیم کرم حسین صاحب سیتاپوری	۱۰ر ذی الحجہ سنہ ۶۳ھ
۶۹	مولانا عبدالرحمن صاحب مئو آئمہ الہ آباد	
۷۰	حاجی محمد عثمان صاحب دہلوی تاجر کتب	۲۷ر رمضان المبارک سنہ ۵۰ھ کراچی
۷۱	ماسٹر قبول احمد صاحب سیتاپوری	

نمبر شمار	مجازین بیعت	تاریخ وفات
۷۲	مولانا جلیل احمد صاحب شروانی علیگڑھ بانی مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان	۱۰ ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ لاہور
۷۳	شہاب الدین صاحب خیاط کٹھوریؒ (للعوام)	۲۰ راگست سنہ ۷۰ء
۷۴	مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب شروانی جلال آباد	
۷۵	مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوریؒ	۳۱ دسمبر سنہ ۵۱ء
۷۶	حکیم عبدالخالق صاحب ہوشیارپوریؒ	۱۱ فروری ۵۴ء ٹانڈہ
۷۷	ماسٹر ثامن علی صاحب سندیلویؒ	سنہ ۵۰ء سکھر
۷۸	حافظ عنایت علی صاحب لدھیانویؒ (للعوام)	
۷۹	مولانا ولی محمد صاحب گورداسپوریؒ	۲۱ اپریل ۵۹ء راولپنڈی
۸۰	مولانا عبدالودود صاحب پشاوری	اپریل ۵۲ء
۸۱	مولانا نور بخش صاحب چاٹگامی	
۸۲	مولانا اسعد اللہ صاحب رامپوری ناظم مظاہر علوم سہارنپور	۶ رجب سنہ ۹۹ھ/۷۹ء
۸۳	مولانا حکیم الٰہی بخش صاحب شکارپور سندھ	
۸۴	ماسٹر محمد شریف صاحب ہوشیارپوری (ملتان)	۱۹۰۴ - ۱۹۸۵ء
۸۵	ماسٹر شبیر محمد صاحب ہوشیارپوری	۱۰ اپریل ۸۹ء گوجر پاک
۸۶	حافظ ولی محمد صاحب قنوج، فرخ آباد	
۸۷	مولانا کفایت اللہ صاحب شاہجہانپوری	
۸۸	حکیم فضل اللہ صاحب شکارپوریؒ	
۸۹	بابو عبدالعزیز صاحب گوجرانوالہ	سنہ ۷۴ء
۹۰	مولانا رسول خان صاحب ہزارویؒ	۴ رمضان سنہ ۹۱ھ اچھڑیاں پاکستان

نمبر شمار	مجازین بیعت	تاریخ وفات
۹۱	مولانا محمد اللہ صاحب نواکھالوی	
۹۲	حکیم مولوی عبد الحق خان صاحب فتحپور ہنسوہ	
۹۳	حکیم خلیل احمد صاحب سہارنپوری	سنہ ۶۵
۹۴	محمود الغنی صاحب سہارنپوری حیدر آباد دکن	۵۶ء کراچی
۹۵	ڈاکٹر عبد الحی صاحب عارفی	سنہ ۱۴۰۶ھ
۹۶	مولانا سید سلیمان صاحب ندوی	۲۲ نومبر سنہ ۵۵ء
۹۷	مولانا عبد الباری صاحب ندوی	۳۰ جنوری سنہ ۷۶ء
۹۸	مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی	ماشاء اللہ حیات ہیں۔
۹۹	مولانا فقیر محمد صاحب پشاور	سنہ ۱۹۹۱ء
۱۰۰	مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب	سنہ ۱۹۷۴ء
۱۰۱	مولانا محمد عبد اللہ بہلوی شجاع آبادی	۱۳۱۳-۱۳۹۸ھ

مجازین صحبت

نمبر شمار	مجازین صحبت	تاریخ وفات
۱	حافظ سعید احمد خانصاحب رئیس بوہرہ ضلع ایٹہ	
۲	حافظ علی نظر بیگ صاحب مراد آبادی	
۳	مولوی شیخ محمد حسن صاحب انوار بکڈپو لکھنؤ	
۴	مولوی عبدالرحمٰن صاحب وکیل پٹنہ	
۵	مولوی محمود الحق صاحب وکیل حقی منزل ہردوئی	سنہ ۱۹۴۶ء ہردوئی
۶	حافظ عبدالولی صاحب نائب ناظم ریاست کپورتھلہ بہرائچ	۳۱ مئی ۱۹۷۹ء کراچی
۷	عبدالکریم صاحب سیشن جج سکھر سندھ	
۸	منشی محمد جلیل صاحب منصف رسڑا ضلع بلیا	
۹	مولوی انوار الحسن صاحب اعزازی مجسٹریٹ کاکوری	۱۳ جنوری سنہ ۵۵ء
۱۰	منشی علی شاکر صاحب قانونگو گولا ضلع کھیری	۱۹۴۷ء کراچی
۱۱	مولوی نجم الحسن صاحب وکیل پرتاب گڑھ	۱۹ رمضان سنہ ۹۶ھ
۱۲	مولوی منفعت علی صاحب وکیل سہارنپور	۵ فروری سنہ ۶۱ء
۱۳	مولوی عبدالحکیم صاحب پروفیسر کالج میمن سنگھ بنگال	
۱۴	منشی علی سجاد صاحب ڈپٹی کلکٹر جونپور	
۱۵	ماسٹر حافظ مظہر احمد صاحب تھانوی بھوپال	دسمبر سنہ ۵۰ء
۱۶	حافظ محمد طٰہٰ صاحب کورٹ انسپکٹر گورکھپور	۱۸ جون سنہ ۶۰ء
۱۷	خواجہ محمد صادق صاحب شال مرچنٹ امرتسر	
۱۸	منشی محمد عبدالصبور صاحب اول دفتر نہر سارده شاہجہانپور	

نمبر شمار	مجازین صحبت	تاریخ وفات
۱۹	حافظ سید زاہد حسین صاحب امروہی کوہ رانی کھیت	
۲۰	مولانا نجشش احمد صاحب گورکھپوری	۱۹۴۲ء
۲۱	مولانا لقاء اللہ صاحب پانی پتی	
۲۲	مولانا سید ظہور الحسن صاحب کسولوی ناظم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون	۱۸ شعبان سنہ ۹۸ھ
۲۳	مولانا محمد طاہر صاحب قاسمی نبیرۂ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی	۱۹۵۲ء
۲۴	مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب کاندھلوی	جنوری سنہ ۵۸ء
۲۵	مولانا سلطان محمود صاحب مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی	-۱۳۸۵ھ
۲۶	مولانا محمد اسمٰعیل صاحب دہلی	
۲۷	منشی محمد یعقوب صاحب کلانوری انگلش کلرک سررشتہ تعلیم رہتک	۱۲ ربیع الثانی سنہ ۷۷ھ
۲۸	مولانا عبد الصمد صاحب بنارسی کرنیل گنج کانپور	
۲۹	مولانا ابوالفدا انور محمد صاحب حیدر آباد دکن	
۳۰	حاجی سیٹھ داؤد ہاشم صاحب ۳۴ پاک لین رنگون	
۳۱	مولانا حمید حسن صاحب دیوبندی مفتی ریاست مالیر کوٹلہ	
۳۲	مولانا حکیم ریاض الحسن صاحب باغپت ضلع میرٹھ	سنہ ۶۱ھ مکہ معظمہ
۳۳	حکیم محمد سعید صاحب گنگوہی اجمیری منزل بمبئی	
۳۴	منشی عبد الحمید صاحب پنشنر تحصیلدار مقبول گنج لکھنؤ	
۳۵	حاجی عبد الغفور صاحب ٹھیکیدار جودھپور	۲۰ جمادی الاول سنہ ۹۰ھ
۳۶	حکیم فیاض علی صاحب بھوپال	
۳۷	قاضی محمد مصطفٰے صاحب پنشنر ڈپٹی کلکٹر طھدوی بنارس	
۳۸	مولانا محمود داؤد یوسف راندیر ضلع سورت"	

نمبر شمار	مجازین صحبت	تاریخ وفات
۳۹	میر نظام الدین صاحب محاسب محاسبات صدارالعالیہ حیدرآباد دکن	
۴۰	مولانا عبدالمجید صاحب گھوسی ضلع اعظم گڑھ	
۴۱	مولانا محمد میاں صاحب دائرہ شاہ حجۃ اللہ الٰہ آباد	ماشاءاللہ حیات ہیں
۴۲	مولانا محمد یوسف صاحب بنوری جامعہ اسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی	۳ ذیقعدہ ۹۷ھ کراچی
۴۳	ڈاکٹر علی ساجد صاحب ہاشمی ہومیوپیتھک لکھنؤ	
۴۴	مولانا مفتی سعید احمد صاحب لکھنویؒ	
۴۵	مولانا سید عبدالکریم صاحب سرحدی	
۴۶	شیخ عبدالغفار صاحب رئیس گھوسی ضلع اعظم	
۴۷	مولانا محمد نعیم صاحب بخاری کابل	
۴۸	مولانا سخاوت حسین صاحب کٹکی	
۴۹	منشی عرفان احمد صاحب کلرک ڈاکخانہ تارگھر سہارنپور	۲۴ اکتوبر ۱۹۸۴ء
۵۰	عزیز الرحمٰن نبیرہ مولانا عبدالاحد صاحب چوڑیوالان دہلی	
۵۱	شفیق احمد صاحب گنگوہی مدرس مدرسہ سلیمانیہ بھوپال	
۵۲	شاد محمد صاحب طوطہ کان ضلع مردان (سرحد)	
۵۳	خواجہ وحید اللہ صاحب پنشنر تارگھر کوٹہ (راجپوتانہ)	
۵۴	مولانا مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی	۹ رجب سنہ ۱۹۶۸ء ساہیوال
۵۵	سید حسن صاحب ڈپٹی کلکٹر ملنگرام ضلع لکھنؤ	سنہ ۵۰ء
۵۶	مولانا سید حسن صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند	۲۲ جمادی الاوّل سنہ ۸۱ء
۵۷	مولانا مسعود علی صاحب شبلی منزل اعظم گڑھ	۲۷ اگست سنہ ۶۷ء
۵۸	مولانا حکیم عبدالرشید محمود صاحب نبیرہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ	ماشاءاللہ حیات ہیں

نمبر شمار	مجازین صحبت	تاریخ وفات
۵۹	مولانا حکیم محمد مسعود صاحب گنگوہی معروف بحکیم اجمیری بمبئی	
۶۰	ماسٹر منظور احمد صاحب تحصیل اسکول رڑکی	مارچ ۶۲ء
۶۱	حکیم بہاؤ الدین صاحب ہردوئی	
۶۲	حاجی ظفر احمد صاحب تھانوی انجنیئر	
۶۳	مولانا عبد الغنی صاحب رسولی ضلع بارہ بنکی	
۶۴	انوار احمد صاحب پنشنر جج پٹنہ ہائی کورٹ	ماشاء اللہ حیات ہیں
۶۵	قریشی شفیع محمد صاحب سندھی کراچی	
۶۶	شاہ محمد علیم صاحب اعظم گڑھی	
~~۶۷~~	~~صوفی بشیر محمد ہوشیار پوری~~	~~۱۹۹۶ء~~

مولانا عبدالرحمٰن بکھراویؒ (م ۱۹۲۲ م)

آپ ۱۲۹۵ھ میں "بکھرا"، ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب، حافظ رمضان صاحب[1] سے حاصل کی اور بہت جلد حافظ ہو گئے۔ پھر جونپور مسجد اٹالہ میں مولانا سید اصغر حسین سے پڑھتے رہے، جب آپ کے استاذ دیوبند میں مدرس ہو کر چلے گئے تو آپ نے بھی دارالعلوم کا قصد کیا اور وہاں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن، مولانا محمد انور کشمیری اور دیگر اساتذہ سے تعلیم مکمل کی اور سند الفراغ حاصل کی۔ فراغت کے بعد چند مقامات پر درس و تدریس کا کام کیا اور ۱۳۳۶ھ میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی خدمت میں تھانہ بھون میں حاضری دی، حضرت سے بیعت ہو کر منازل سلوک طے کر کے خلافت حاصل کی، مکان واپس آکر مدرسہ رحمۃ العباد میں تدریس شروع کی۔

آپ کی تصانیف میں سے "رحمۃ المتعلین" مطبوعہ ہے، اس کا نام بھی حضرت تھانویؒ کا تجویز فرمودہ ہے، اور حضرت نے اسے بے حد پسند بھی فرمایا تھا، ایک کتاب "متشابہات قرآنیہ" کے موضوع پر بھی غیر مطبوعہ ہے۔

۱۹، ذیقعدہ ۱۳۴۰ھ کو بعد از نماز عشاء ۴۵ برس کی عمر میں وفات پائی۔

اولاد میں مولانا عبدالقیوم صاحب ۱۳۵۰ھ کے دارالعلوم دیوبند کے فضلاء میں سے ہیں۔

---

[1] "حافظ صاحب حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے مجاز بیعت تھے۔ اور بہت ہی بافیض حافظ اور عبادت گزار زاہد تھے۔" (تذکرہ علماء اعظم گڈھ: ص ۱۴۸)

مولانا عبدالحی حیدرآبادی

۱۳۴۸ھ/۱۹۳۰ء

'حضرۃ الفاضل مولانا عبدالحی بن عبدالرحمٰن بن احمد علی بن لطف اللہ انصاری سہارنپوری - ثم حیدرآبادی علوم ادبیہ کے ممتاز ترین علماء میں سے تھے - اپنے والد سے علم کی تحصیل کی، حیدر آباد کے دیگر علماء سے بھی استفادہ کیا - پھر لکھنو آکر مولانا فاروق بن علی چڑیا کوٹی سے پڑھتے رہے - علم طب کی تحصیل حکیم عبدالولی لکھنوی سے کی -

پھر حیدر آباد چلے گئے اور وہاں دارالعلوم میں تدریس پہ مامور ہوئے -

مولانا عبدالحی لکھتے ہیں :-

" "

'معجم الامثال، ایک ضخیم کتاب شروع کی تھی جس کے بعض اجزاء شائع ہو چکے ہیں،

قرآن مجید آخری عمر میں حفظ کیا، مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان سے "اجازت، حاصل کی -

۱۳۴۸ھ کو طاعون سے حیدر آباد میں واصل بحق ہوئے اور وہیں دفن کئے گئے' ؎ [1]

مولانا سید سلیمان ندویؒ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ " ۱۹۲۹ء ہندوستان

---

[1] - مولانا حکیم عبدالحی الحسنی : نزہۃ الخواطر : حیدر آباد : ۱۹۷۰ء ج ۸ صفحہ ۲۲۹ (عربی سے اردو)

میں عربی ادب و لغت و محاورات کے چند مخصوص ماہرین ہیں، ان میں ایک مولانا عبدالحی صاحب سہارنپوری استاد جامعہ عثمانیہ بھی تھے، افسوس کہ انہوں نے ۲۰ رمضان ۱۳۴۸ کو بمقام حیدرآباد دکن، مرضِ طاعون میں مبتلا ہو کر وفات پائی، مرحوم کے دادا شیخ الحدیث مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری تھے، جو اپنے زمانہ میں علم حدیث کے مرجع کل تھے، ان کے صاحبزادہ اور مرحوم مولانا عبدالحی صاحب کے والد مولانا حکیم عبدالرحمٰن صاحب ادبِ عربی کے نامور عالم اور عربی کے شاعر تھے۔ انہوں نے اندلس کی تباہی کے مشہور مرثیہ کی بحر و قافیہ میں مولانا حالی مرحوم کے اشارہ سے ہندوستان کی تباہی کا پر درد مرثیہ لکھا تھا، مولانا عبدالحی مرحوم کی عمر پینتالیس ۴۵ اور پچاس کے درمیان تھی۔ عربی کے شاعر اور عربی ادب و امثال اور محاورات کے بڑے عالم تھے، اور سرکار نظام کی اعانت سے وہ عربی محاورات کا ایک ضخیم لغت فراہم کر رہے تھے افسوس کہ یہ عظیم الشان کارنامہ بھی ان کی موت سے ناتمام رہا۔ میری ان کی ملاقات دارالعلوم ندوہ میں ۱۹۰۶ء میں ہوئی تھی، جہاں آکر وہ بعض فنون کی تکمیل، اور جھوائی ٹولہ میں طب کی تعلیم حاصل کرتے تھے، یہ دارالعلوم کا عجیب زمانہ تھا، مولانا شبلی مرحوم زندہ تھے، مولانا حمیدالدین صاحب اور مولانا ابوالکلام صاحب کئی کئی مہینے آکر مولانا مرحوم کے پاس رہتے تھے، اور ہر وقت علمی چہل پہل اور علم و ادب کی گفتگو رہتی تھی، اس صحبت میں مرحوم بھی شریک رہتے تھے۔

ان کے والد حیدرآباد میں مطب کرتے تھے، اس تعلق سے حیدرآباد جاکر رہے اور جامعہ عثمانیہ میں استاد مقرر ہوئے، ساتھ ہی ولی عہد بہادر نواب معظم جاہ بہادر کی استادی و اتالیقی کے منصب پر بھی سرفراز ہوئے، آخر میں ان کی روحانی بے تابی نے حضرت مولانا تھانویؒ کی طرف متوجہ کیا، مرید ہوئے اور اجازت پائی، مولانا ان کی دعوت پر ایک دفعہ حیدرآباد بھی تشریف لے گئے۔ آخر میں قرآن پاک

بھی حفظ کر لیا تھا، رمضان کے دن تھے، رات کو تراویح پڑھاتے تھے اسی حال میں بیمار ہوئے اور صبر و شکر کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوئے [1]

پروفیسر سعید احمد لکھتے ہیں "مولانا عبدالحی صاحب سہارنپور میں پیدا ہوئے مگر تعلیم شروع سے آخر تک حیدر آباد میں اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔

۱۹۱۳ء میں حیدر آباد کے مشہور مدرسہ "دارالعلوم" میں مدرس مقرر کئے گئے اور جامعہ عثمانیہ کے قیام کے بعد بحیثیت استاذ عربی آپ کا تقرر کیا گیا۔ آخر عمر تک اسی عہدہ پر مامور رہے۔

قیاس یہ ہے کہ غالباً ۱۹۱۸ء یا ۱۹۱۹ء میں حضرت تھانویؒ سے تعلق پیدا ہوا" [2]

آپ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلفاء مجازین میں سے تھے۔ "آپ تقویٰ کے بلند مرتبہ پر فائز تھے۔ آپ کی زبان غیبت اور بدگوئی سے محفوظ تھی۔ اہل ثروت سے دور رہتے۔ حق بات صفائی سے برملا کہتے تھے، کسی کی خوشامد نہ کرتے، ۵۰ سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کرنا شروع کیا اور ایک سال میں مکمل کر کے رمضان میں تراویح میں سنایا۔ دوسرے سال بھی سنا رہے تھے کہ طاعون کا حملہ ہوا اور ۲۷ رمضان المبارک ۱۹۲۰ء میں داعی اجل کو لبیک کہا" [3]

---

[1] سید سلیمان ندوی: یادِ رفتگان صفحہ ۱۰۹، ۱۱۰، رمضان المبارک ۱۳۴۸ھ/ مارچ ۱۹۳۰ء

[2] پروفیسر احمد سعید: بزم اشرف کے چراغ: لاہور، ۱۹۷۵ء، صفحہ ۲۳۰

[3] پروفیسر احمد سعید: بزم اشرف کے چراغ: لاہور ۱۹۷۵ء: صفحہ ۲۳۹

مولانا اسحاق بردوانی

۱۲۸۳ — ۱۳۵۷ھ

۱۸۶۶ — ۱۹۳۹ء

"حضرت العالم الفقیہ اسحاق بن لطیف الہدیٰ حنفی کیتھنی بردوانی مشہور علماء میں سے تھے۔ کیتھن ضلع بردوان میں پیدا ہوئے۔

۱۲۸۳ھ میں ولادت ہوئی، ابتدائی درسی کتابیں علاقہ کے علماء سے پڑھیں پھر "آرہ" میں داخل ہوئے اور مولوی محمد حنیف آروی سے پڑھتے رہے، پھر کانپور کی راہ لی، وہاں تمام درسی کتابیں مولانا عبدالغفار لکھنوی اور مولانا اشرف علی تھانوی سے پڑھیں۔ پھر جامع العلوم کانپور میں ایک طویل مدت تک پڑھاتے رہے، پھر مدرسہ عالیہ کلکتہ میں پڑھاتے رہے" [1]

مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:۔

حکومت نے انہیں شمس العلماء کا خطاب دیا، پھر گورنمنٹ مدرسہ ڈھاکہ میں معلّم ہو گئے۔ زاں بعد ڈھاکہ یونیورسٹی کے شعبۂ اسلامیات میں استاذ

---

[1] ۔ مولانا حکیم سید عبدالحی: نزہۃ الخواطر، حیدرآباد: ۱۹۷۰ء
ج ۸ ص۵۲ (عربی سے اردو)

مقرر ہوئے۔

اپنے وطن کی زیارت کے لئے آرہے تھے کہ کلکتہ میں حادثہ کا شکار ہوئے اور ۱۳۵۷ھ میں وفات پائی۔ میت کو "کیقن" لے جایا گیا اور وہیں تدفین ہوئی[۱]

پروفیسر احمد سعید لکھتے ہیں :۔

مدرسہ جامع العلوم میں تمام کتابوں کا آپ نے حکیم الامت سے فیض درس حاصل کیا سوائے مشکوٰۃ اور نورالانوار کے جن کا درس مولانا عبدالغفار کانپوری سے کیا۔

۱۳۰۹ھ میں آپ کی دستار بندی ہوئی، جلسہ کی صدارت علی گڑھ کے مولانا لطف اللہ صاحب نے کی تھی حکیم الامت نے اپنے ساتھ مدرس دوم مقرر فرمادیا۔ انہی دنوں حضرت مولانا کو حفظ قرآن کا شوق پیدا ہوا اور آپ نے صرف ۸۶ دن میں حفظ کلام مجید کو انجام تک پہنچایا۔ یوم یکشنبہ ۲۴ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ میں حفظ قرآن مجید شروع فرمایا اور اسی سال ۱۳۱۴ھ جمادی الثانی حفظ تکمیل کو پہنچا۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ اپنے مواعظ میں ذکر فرماتے تھے کہ "ہمارے ایک دوست مولانا محمد اسحٰق بردوانی کا انداز حفظ کلام مجید بھی معجزات کلام الٰہی میں سے ایک ہے"

۱۹۱۰ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ میں تشریف لے آئے، ۱۹۱۹ء میں ڈھاکہ میں آپ کی منتقلی ہوئی . . . . ۱۹۲۶ء میں فریضہ حج ادا کیا . . . . . آپ کے وعظ کے بعد حضرت تھانوی بہت مشفقانہ انداز میں فرمایا کرتے تھے کہ "ماشاءاللہ! نظر بہت وسیع ہے۔ حضرت تھانوی سے آپ کو اجازت وخلافت بھی حاصل تھی

---

[۱] مولانا ابوالحسن علی ندوی: نزہۃ الخواطر حیدرآباد ۱۹۷۰ء: ج ۸ صفحہ ۵۲ (بین القوسین عبارت کا عربی سے ترجمہ)

تصانیف

۱۔ جامع العلوم کانپور کے عرصۂ قیام میں موطا امام مالک کے ایک جزء کی شرح ایک سو بیس صفحات میں لکھی تھی ۔

۲ ۔ اللؤلو المکنون بالامثال التی تمثل بہا الامین المامون ۔
منتخب احادیث مع اردو ترجمہ اس پر حضرت تھانوی کی عربی تقریظ مع اردو ترجمہ کے موجود ہے ۔

۳ ۔

۴ ۔ التنقیحات السنیہ فی تحریم الرقص والغناء وسجدۃ التحیۃ ۔

۵ ۔ النور اللامع (احادیث کا مجموعہ)

۶ ۔ سہل الوصول ۔ اصول فقہ کے متعلق

۷ ۔ مولانا شبلی کی سیرۃ النبی حصہ اول میں بعض روایتوں پر تنقید اور تصحیح کر کے ایک تحریر مولانا سید سلیمان ندوی کے پاس بھجوائی انہوں نے شکریہ کے ساتھ قبول کیا اور دوسرے حصے کا ایک نسخہ ارسال فرما کر فرمائش کی کہ اس کے متعلق بھی آپ بنظر اصلاح جو کچھ مناسب سمجھیں تحریر فرما دیں چنانچہ آپ نے تفصیل کے ساتھ مع حوالہ تبصرہ کر کے بھیج دیا۔ یہ پوری تحریر علامہ سید سلیمان ندوی نے طبع کرادی ۔[1]

ا ۔ پروفیسر احمد سعید : بزم اشرف کے چراغ : لاہور : ۱۹۷۵ء

مولانا احمد علی فتحپوری

۱۲۹۲-۱۳۶۰ھ/۱۹۴۰ء

آپ کے بارے میں مولانا حکیم سید عبدالحی تحریر فرماتے ہیں کہ "حضرت الفاضل احمد علی بن مجد علی فتحپوری مدرس علماء میں سے تھے۔ ربیع الثانی ۱۲۹۲ھ کو "فتح پور" ضلع بارہ بنکی میں پیدا ہوئے۔ درسیات کی ابتدائی کتابیں مولوی عابد حسین فتحپوری اور دیگر علماء سے پڑھیں، پھر کانپور کا سفر کیا اور "جامع العلوم" میں داخلہ لیا، اور درسی کتابیں مولانا اشرف علی بن عبدالحق تھانوی سے پڑھیں اور ایک عرصہ ان کی خدمت میں رہے پھر اسی مدرسہ میں تدریس پہ مامور ہوئے اور ایک عرصہ دراز تک پڑھاتے رہے[۱]

مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں کہ:

آپ ان لوگوں میں سے تھے جنہیں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے سب سے پہلے "اجازت بیعت" سے نوازا۔ فقہ سے پوری مناسبت رکھتے تھے۔ جو "بہشتی زیور" کے پہلے پانچ حصوں سے معلوم ہوتی ہے۔ جنہیں قبولیت حاصل ہوئی اور بلاد ہند میں بار بار چھپ کر عام ہوئی۔

اپنے شیخ مولانا اشرف علی تھانوی سے چند سال پہلے وفات پائی[۲]

۱۔ مولانا سید عبدالحی لکھنوی: نزھتہ الخواطر: حیدرآباد: ۱۹۷۰ء: ج ۸ صفحہ ۴۴ (عربی سے اردو)

۲۔ مولانا سید عبدالحی لکھنوی: نزہتہ الخواطر: حیدرآباد: ۱۹۷۰ء ج ۸ صفحہ ۴۴] بین القوسین عبارت کا ترجمہ

مولانا نخشیش احمد کوٹریا پاری

۱۹۴۲ء

" مولانا نخشیش احمد بن محمد حسن بن ظہور محمد فاروقی ابن عم و معاصر مولانا علی احمد کوٹریا پاری اپنے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کے اعتبار سے ممتاز مقام کے مالک تھے۔ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری سے دار العلوم دیوبند میں دورۂ حدیث کی تکمیل کی تھی اور حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی سے سلسلہ چشتیہ میں مرید اور مجاز بیعت تھے کھانے پینے اور ضروریات زندگی میں ہمیشہ فتویٰ کے بجائے تقویٰ پر عمل کرتے تھے۔

فراغت تعلیم کے بعد علماء و صلحا کے طریقہ پر علوم دینیہ کی نشر و اشاعت میں پوری زندگی بسر کر دی۔ آپ کے تلامذہ اس دیار میں آج بھی موجود ہیں اور آپ کے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کے بڑے عجیب عجیب واقعات بیان کرتے ہیں"[۱]

آپ حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی کی تعلیمات و ہدایات کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھتے تھے۔

آپ کا ۱۹۴۲ء میں وصال ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر ۴۱ سال تھی۔ ان دنوں کوٹھیا ضلع اعظم گڑھ میں قیام تھا۔

ان کے اساتذہ میں مولانا محمد رسول خان صاحب ہزاروی کا بھی نام آتا ہے۔

۱ے - مولانا حبیب الرحمٰن : تذکرہ علمائے اعظم گڑھ : ۱۳۹۶ھ تکملہ۔

پروفیسر مولانا سید محمد عیسیٰ الہ آبادی

۱۸۸۲ء - ۱۹۴۳ء

آپ ۱۸۸۲ء کو محی الدین پور ضلع الہ آباد میں پیدا ہوئے، والد کا نام میر سید خیرات علی تھا۔ ۱۹۰۲ء میں بی اے میں پڑھتے تھے کہ الہ آباد میں حضرت تھانوی سے ملاقات ہوئی اور پھر انہی کے ہو کر رہ گئے پہلے ایک سکول میں انگریزی کے ماسٹر اور آخر میں ۱۹۲۲ء میں گورنمنٹ کالج الہ آباد میں عربی کے پروفیسر ہو گئے ۱۹۳۷ء میں پنشن پائی۔

سرکاری ملازمت کے ساتھ عربی تعلیم پوری کی اور قرآن وحدیث کا علم حاصل کیا، ساتھ ہی قرآن پاک حفظ کیا اور سیرت وصورت میں یہ رنگ پیدا کیا کہ کوئی دیکھ کر یہ بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ انگریزی کا ایک لفظ بھی جانتے ہیں، مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں "وہ نہایت عابد، زاہد، متبع سنت اور مرشد کے اصولوں کے سختی سے پابند تھے، اطراف میں حلقۂ ارشاد بھی قائم تھا، اپنے مرشد کی متعدد کتابوں کے خلاصے اور شرح شائع کئے جن میں سب سے اہم "انفاس عیسیٰ" ہے جو سلوک اشرفی کی معتبر ترین کتابوں میں ہے، مردوں کے لئے بہشتی زیور کا خلاصہ "بہشتی ثمر" کے نام سے کیا، "تفسیر بیان القرآن کا خلاصہ مترجم قرآن کے حواشی کے طور پر کیا جو الہ آباد میں زیر طبع تھا، مولانا تھانوی کے کمالات پر کمالات اشرفیہ لکھی جو فن سلوک، معرفت کے متعلق انکی استعداد و صلاحیت کی آئینہ دار ہے" ایک ہزار حدیثیں اردو ترجمہ کے ساتھ زہد، اخلاق وسلوک پر جمع کی ہیں۔ ۲۵ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ/۲۱ مارچ ۱۹۴۳ء کی سہ پہر کو جونپور میں وصال ہوا۔[1]

---

[1] فیوض الرحمٰن ڈاکٹر، مشاہیر علماء، لاہور: ج ۴ ص ۵۷

مولانا حبیب اللہ بنگالی

م ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء

آپ دارالعلوم ہاٹہزاری کے بانی ومہتمم ہیں۔ "چاریہ" کے رہنے والے ہیں۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی پھر مدرسہ محسنیہ چاٹگام میں پڑھتے رہے، وہاں سے جامع العلوم کانپور پہنچے اور حکیم الأمتہ مولانا اشرف علی تھانویؒ سے تکمیل کی۔ انہی کے ارشاد پر وطن آکر تبلیغ وارشاد کا کام شروع کیا۔ اور "راہ سنت" میں بہت ہی تکالیف اٹھائیں مگر پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔ حضرت تھانویؒ سے خط وکتابت کا سلسلہ جاری رہا اور ان کی طرف سے تسکین وتسلّی کے خطوط موصول ہوتے رہے۔

آخر ۱۳۲۱ھ میں مولانا عبدالواحد، مولانا عبدالحمید مدارشاہی، مولانا صوفی عزیزالرحمٰن بابونگری کے ساتھ مل کر دارالعلوم ہاٹہزاری کی بنیاد رکھی۔ اس دارالعلوم کے مدرس اوّل آپ ہی تھے پھر صدر مہتمم بھی رہے۔ آپ کو "شیخ چاٹگام" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا چاٹگام کے عوام وخواص اور سرکاری عملہ پر آپ کا بڑا اثر تھا۔ طبیعت میں ایثار بہت تھا۔

۱۳ ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ میں انتقال ہوا اور مولانا ضمیرالدین کے قریب جانب مغرب آپ کی تدفین ہوئی۔

آپ کی اولاد میں مولانا حکیم محمد صدیق اور مولانا محمد فاروق ہیں۔

لے۔ مواد تذکرۂ ضمیر کے ذیلی حاشیہ سے لیا گیا ہے مگر عبارت راقم الحروف کی ہے۔

خواجہ عزیزالحسن مجذوبؒ

۱۸۸۴ - ۱۹۴۴ء

خواجہ صاحب ۱۲ جون ۱۸۸۴ء کو اورئی ضلع جالون میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد شیخ عزیز اللہ عربی کے عالم تھے۔ انہوں نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ سے بذریعہ خط بیعت کی تھی، اور تمام عمر دیانت، عزت اور نیک نامی سے بسر کر کے ۱۳۲۲ھ میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔

خواجہ صاحب کو تعلیم گو انگریزی کی دی گئی مگر تربیت خالص دینی اور مشرقی رہی، اعلیٰ انگریزی تعلیم کیلئے علیگڑھ کالج میں داخلہ لیا اور وہیں سے بی۔ اے کا امتحان پاس کیا، الہ آباد سے ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی۔

سات برس ڈپٹی کلکٹر کے عہدہ پر فائز رہے، پھر کم تنخواہ پر اپنا تبادلہ محکمہ تعلیم میں کروا لیا، ڈپٹی انسپکٹر اور پھر انگریزی سکولوں کے انسپکٹر ہوئے اور اسی عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔

۱۳۲۶ھ میں الہ آباد میں حضرت تھانوی کی آمد پر اُن سے ملاقات کی اور بیعت کی درخواست کی جو منظور کر لی گئی، پھر انہی کے ہو کر رہ گئے۔ بہترین اخلاق و اوصاف کے مالک تھے۔

وہ فطری شاعر تھے، مجذوب تخلص تھا، حضرت تھانوی نے ان کے اس شعر کے بارے میں فرمایا کہ اگر میں بادشاہ ہوتا تو آپ کو اس شعر پر ایک لاکھ روپیہ دیتا۔

ع ہر تمنّا دل سے رخصت ہو گئی
اَب تو آجا' اب تو خلوت ہو گئی

ان کا مکمل دیوان چھپ چکا ہے' ان کی تصانیف میں ان کی سب سے بڑی یادگار اپنے شیخ کی سوانح ۔ اشرف السوانح چار جلدوں میں ہے۔

۱۷ اگست ۱۹۴۴ء کو اورئی ضلع جالون میں وفات پائی۔[1]

ملے خاک میں اہل شاں کیسے کیسے :: مکیں ہو گئے لامکاں کیسے کیسے
ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے :: زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے :: یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے
یہی تجھ کو دھن ہے رہوں سب سے بالا :: ہو زینت نرالی ہو فیشن نرالا
جیا کرتا ہے کیا یونہی مرنے والا :: تجھے حسن ظاہر نے دھوکا میں ڈالا
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے :: یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے
وہ ہے عیش و عشرت کا کوئی محل بھی :: جہاں تاک میں ہر گھڑی ہو اجل بھی
بس اب اپنے اس جہل سے تو نکل بھی :: یہ طرز معیشت اب اپنا بدل بھی
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے :: یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے
یہ دنیائے فانی ہے محبوب تجھ کو :: ہوئی واہ کیا چیز مرغوب تجھ کو
نہیں عقل اتنی بھی مجذوب تجھ کو :: سمجھ لینا اب چاہیئے خوب تجھ کو
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

—— ⁂ ——

[1] فیوض الرحمٰن ڈاکٹر: مشاہیر علماء: لاہور: ج ۱ ص ۵۵۹

مولانا حکیم عبد الخالق ہوشیار پوری

۱۸۹۶ء — ۱۹۴۵ء

آپ ۱۸۹۶ء کو ٹانڈہ ہوشیار پور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد میاں غلام نقشبند ایک بڑے زمیندار ہونے کے ساتھ نیک و صالح بزرگ بھی تھے۔

ابتدائی تعلیم گھر پہ حاصل کی، پھر حضرۃ مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ سے درسِ نظامی کی کتابیں پڑھیں۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور امام العصر مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا میاں اصغر حسین علامہ شبیر احمد عثمانی اور مولانا محمد رسول خان ہزاروی شامل ہیں۔

علم طب کی تحصیل طبیہ کالج لکھنؤ میں باقاعدہ داخل ہو کر کی۔ اعزاز کے ساتھ امتحان پاس کیا۔ امرتسر میں اپنا مطب قائم کیا جس میں آپ خدمت خلق کے جذبہ سے کام کرتے رہے، علم طب کو ذریعہ معاش نہیں بنایا۔

صوفیانہ مسلک

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور ان سے منازل

سلوک طے کر کے "خلافت" حاصل کی۔ آپ ہر سال رمضان المبارک خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں گزارتے تھے۔ آپ نے حضرت تھانویؒ کے ملفوظات کا ایک عمدہ مجموعہ "فیوض الخالق" کے نام سے شائع کیا۔ اس کے آغاز میں لکھتے ہیں :۔

"یہ مجموعہ حضرت سیدی و سندی حکیم الامت مجدد الملت قطب الارشاد حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب کے ملفوظات مبارکہ کا ہے جو اس خاکسار نے پانچ سال کے ہر ماہ رمضان شریف کی حاضری خانقاہ کے موقع پر حضرت والا کی مجلس شریف میں بیٹھ کر سنے اور ان کے متفرق حصوں کو ایک جگہ جمع کر کے حضرت والا کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے اسے پسند فرمایا اور اس کا نام "فیوض الخالق" تجویز فرمایا، چونکہ ان ملفوظات میں علوم و معارف کا ایک خاص ذخیرہ ہے اس لئے ان کو طباعت میں لانے کی کوشش کی گئی ہے۔

وصال

۱۱ر فروری ۱۹۷۵ء کو آپ کا وصال ہوا۔ [1]

---

[1] ۔ پروفیسر احمد سعید : بزم اشرف کے چراغ : لاہور : ۷ مئی ۱۹۷۵ء صفحہ ۴۹، ۵۰ سے مدد لی گئی ہے۔

مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہ
(م ۱۹۴۹ء)

آپ حکیم محمد غوث کے فرزند تھے۔ وطن "گمتھلہ گڈھو" ضلع کرنال کا مشہور قصبہ تھا۔ ۱۵ محرم ۱۳۱۵ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔

ابتدائی تعلیم اپنے قصبہ کے پیرجی محمد اسحٰق اور دیگر علماء سے حاصل کی پھر مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور سند الفراغ حاصل کی۔ حدیث شریف حضرۃ مولانا خلیل احمدؒ سے پڑھی۔ مسلم شریف اور ترمذی شریف دوبارہ مدرسہ عبدالرب دہلی میں حضرت مولانا عبدالعلیؒ (تلمیذ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ) سے پڑھیں۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد پہلے اجراوڑ ضلع میرٹھ کے ایک مدرسہ میں اور پھر کئی ایک مدارس میں تدریس کی پھر تھانہ بھون میں اپنے مرشد حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ارشاد پر تدریس و تالیف اور تبلیغ و فتویٰ کی خدمات میں مشغول ہو گئے اور پچیس سال تک یہ خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۳۲۵ھ میں پہلا حج کیا پھر دوسرا حج اہل خانہ کے ساتھ کیا۔ اور حجاز مقدس میں سال بھر قیام کیا، اس دوران "مدرسہ علوم شرعیہ" مدینہ منورہ میں مسلم شریف، موطا امام مالک اور فقہ کی بلند پایہ کتب کا آٹھ ماہ تک درس دیا۔

۱۳۴۱ھ میں آگرہ میں فتنۂ ارتداد کے سدّباب کے لئے حضرت تھانویؒ کے ارشاد پر دو سال تک تبلیغی خدمات دیں اور قرآن مجید کی تعلیم کے لئے ایک سو مدارس قائم کئے۔

تحریکِ پاکستان میں حصّہ

آپ تحریکِ قیامِ پاکستان کے پرزور حامی تھے۔ اس زمانہ میں حضرت تھانویؒ نے جو وفود قائد اعظم کے پاس بغرض تبلیغ و مشورہ بھیجے ان میں آپ کو بھی شریک کیا گیا تھا۔

مناظرے

آپ ایک عمدہ مناظر بھی تھے، قادیانیوں کے ساتھ کئی ایک کامیاب مناظرے کئے اور ہمیشہ غالب رہے۔

تصنیفی خدمات

آپ کی بلند پایہ تصانیف آپ کا صدقہ جاریہ ہیں، ان میں سے اکثر حضرت تھانویؒ کے ارشاد پر لکھی گئی ہیں۔

۱ - حیلہ ناجزہ

۲ - تتمّہ امداد الاحکام :- ۵۰۱ فتاویٰ کا مجموعہ جو امداد الاحکام کی زینت بنا ہے۔

۳ - المختارات

۴ - دفاق المجتہدین

۵ ۔ تجدد اللمعۃ فی تعدد الجمعۃ
۶ ۔ القول الرفیع فی الذب عن الشفیع ۔
۷ ۔ ترجمہ نصوص خطبات الاحکام ۔
۸ ۔ غصب المیراث ۔

ہجرت پاکستان

۱۹۴۸ء میں اپنے اعزہ اور اہلِ وطن کے ساتھ ہجرت کر کے پاکستان تشریف لے آئے اور قصبہ ساہیوال ضلع سرگودھا میں قیام کیا ۔

وصال

۹ رجب المرجب ۱۳۶۸ھ / ۱۹۴۹ء میں وصال ہوا ۔ کل عمر ۸۲ سال چھ ماہ ۴ دن ہوئی ۔ اسی قصبہ کے قبرستان میں دفن کئے گئے ۔

صوفیانہ مسلک

آپ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مجازین صحبت میں سے تھے ۔

اولاد

اولاد میں مولانا عبدالشکور ترمذی مہتمم دارالعلوم حقانیہ ضلع ساہیوال ضلع سرگودھا ہیں، مولانا عبدالشکور بہترین عالم، مجوّد، مصنف، اور صاحب نسبت ہیں ۔

مولانا ولی احمد کیمبل پوریؒ

م ۱۹۵۰ء

آپ برہان ضلع کیمبلپور کے رہنے والے تھے۔ والد صاحب کا نام محمد صلاح تھا۔ ابتدائی تعلیم پنڈ خانخیل ضلع ہزارہ میں پائی، پھر اعلیٰ تعلیم کیلئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور شیخ الہند مولانا محمود حسن اور دیگر اساتذہ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔

فراغت کے بعد کچھ عرصہ دارالعلوم دیوبند میں تدریس کی۔ پھر سہارنپور چلے گئے، پھر آپ کے استاذ مولانا محمود حسنؒ نے آپ کو مدرسہ اسلامیہ قادریہ حسن پور ضلع مرادآباد میں برائے تدریس بھیجا، وہاں آپ نے چالیس سال کے قریب اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ آپ کے تلامذہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔

۱۹۴۷ء میں واپس وطن آئے، اور حسن ابدال اندرون والی مسجد میں فجر کی نماز کے بعد تین سال تک درسِ قرآن مجید دیتے رہے، وہاں مدرسہ تعلیم الاسلام کی بنیاد رکھی۔ پھر فتح اللہ میں مدرسہ امداد الاسلام میں مدرس رہے۔

صوفیانہ مسلک پہلے اپنے استاذ حضرت مولانا محمود حسنؒ کے ہاتھ پہ بیعت ہوئے، ان کے وصال کے بعد حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ سے تعلق قائم ہوا۔ اور منازلِ سلوک طے کرنے کے بعد ان کی طرف سے "مجاز بیعت" قرار دیئے گئے۔

وصال یکم جنوری ۱۹۵۰ء کو وصال ہوا اور اپنے آبائی گاؤں برہان کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔ اولاد میں تین فرزند صفی احمد، زکی احمد اور نقی احمد ہیں۔ ان میں سے نقی احمد کا انتقال ہو گیا ہے۔

حافظ مظہر احمد تھانوی

۱۸۹۶ - ۱۹۵۰ء

آپ ۱۵ مارچ ۱۸۹۶ء کو تھانہ بھون میں پیدا ہوئے۔ پہلے قرآن مجید حفظ کیا پھر مدرسہ سلیمانیہ بھوپال میں دینی تعلیم حاصل کی مسلم یونیورسٹی علیگڑھ سے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی ۱۹۱۳ء سے ۱۹۵۰ء تک جہانگیر ہائی سکول بھوپال میں مدرس رہے۔ بیعت کا تعلق حضرت تھانوی سے تھا، انہی سے سلوک کی تعلیم پاتے رہے اور بالآخر "مجاز صحبت" قرار دیئے گئے۔

تبلیغ دین کے سلسلہ میں ان کی کوششیں نہایت ہی قابل قدر تھیں۔ ان کی تصانیف میں معلم القرآن (تیسویں پارے کا ترجمہ و مختصر تشریح) اسکی تصحیح حضرت تھانویؒ نے فرمائی۔

فریضۂ جہاد کے بارے میں قرآنی آیات کی تفسیر سورۂ اخلاص کی تفسیر اور اشرف جنتری (اوقات نماز پر) یادگار چھوڑی ہیں۔

یکم دسمبر ۱۹۵۰ء کو موٹر کے حادثہ میں وصال ہوا اور بھوپال میں میں ایک جم غفیر نے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کی۔[1]

---

[1] فیوض الرحمان ڈاکٹر: مشاہیر علماء: لاہور: ج ۴ ص ۶۶۸

شیخ ثامن علی سندیلوی

۔۔۔ ۱۹۵۰ء

آپ حاجی ضامن علی صاحب کے فرزند تھے، قصبہ سندیلہ ضلع ہردوئی میں ولادت ہوئی۔ میٹرک کے بعد ایک سال محکمہ مال میں ملازمت کی لیکن دل نہیں لگا اس لئے وہ ملازمت چھوڑ کر لکھنو کے ایک پرائیویٹ سکول میں ملازم ہو گئے، ساتھ ساتھ تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا، ۱۹۲۱ء میں الہ آباد سے بی اے بی ٹی کر کے گورنمنٹ ہائی سکول میں مدرس مقرر ہو گئے، پھر سیتاپور اور کانپور میں تدریس کرتے رہے۔ ۱۹۱۵ء کے لگ بھگ جب حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی اپنے مجاز صحبت محمود الحق حقی ایڈووکیٹ کے ہاں تشریف لائے تو یہیں پہلی ملاقات کا شرف حاصل ہوا، اور پھر یہ سلسلہ جاری رہا۔ ۱۹۳۰ء میں آپ کو "مجاز بیعت" بنایا گیا، اس وقت آپ گورنمنٹ ہائی سکول کانپور میں تھے۔

۱۹۴۸ء میں پاکستان آئے، چند ماہ کراچی میں قیام کے بعد مستقلاً سکھر میں رہائش اختیار کی، ساتھ ہی اصلاح و تربیت کا سلسلہ بھی جاری رکھا، ۱۹۵۰ء میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔

۷۵

سید حسنؔ نگرامی

۱۸۸۶ - ۱۹۵۰ء

آپ ۱۸۸۶ء کو نگرام ضلع لکھنو کے معزز سادات خاندان میں پیدا ہوئے۔ علیگڑھ کالج میں تعلیم حاصل کی، فراغت کے بعد ڈپٹی کلکٹر ہو گئے۔ آپ کے والد سید حسین۔ مولانا سید وارث حسن (خلیفہ حضرت گنگوہیؒ) سے بیعت تھے، یہ بھی انہی سے بیعت ہو گئے، ان کے وصال کے بعد ۱۹۳۸ء میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے بیعت ہو گئے اور تربیت پاتے رہے۔ اور جلد ہی مجازِ صحبت" ہوئے۔

شریعت کی پوری پابندی کرنے والے بزرگ تھے۔

ریٹائرمنٹ پر جب پراویڈنٹ فنڈ ملا تو اس کا نہایت احتیاط سے حساب بنوایا اور اپنا اصل روپیہ ہی لیا، سود کی رقم غریبوں میں بانٹ دی اور اپنی اصل رقم پر حساب لگوا کر زکوٰۃ نکالی اور اس طرح کئی ہزار روپے سے دستبردار ہوئے یہ احتیاط کی ایک اعلیٰ مثال تھی۔

۱۹۵۰ء میں آپ کا وصال ہوا۔ [1]

---

[1] فیوض الرحمٰن ڈاکٹر، مشاہیر علماء: لاہور: ج ۴ ص ۱۹۵

مولانا عبد الجبار

۱۸۹۳ - ۱۹۵۱ء

مولانا عبد الجبار ۲۵ مارچ ۱۸۹۳ء کو موضع ڈربی سرسہ ضلع حصار میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولانا محمد شاکر علامہ رشید احمد گنگوہی کے خصوصی شاگردوں میں سے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کرنے کے بعد مدرسہ رشیدیہ رائے پور گجراں ضلع جالندھر میں داخلہ لیا اور مختلف علوم وفنون کی کتابیں مولانا فقیر اللہ صاحب سے پڑھیں، پھر مدرسہ عبد الرب دہلی میں حضرت مولانا عبد العلی صاحب سے کتب حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد مولانا محمود حسن شیخ الہند کے ہاتھ پہ بیعت ہوئے۔ حضرت شیخ الہند نے اپنی بیماری کے دوران میں آپ کو مولانا اشرف علی تھانوی کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا چنانچہ آپ نے ان سے رجوع کیا اور سلوک کی تکمیل کر کے خلافت حاصل کی۔

آپ نے حضرت تھانوی کے ارشاد پر عنایت اللہ مشرقی کے غلط عقائد ونظریات کا علمی رد کیا اور اس سلسلہ میں پورے ملک میں تقریریں کیں۔ آپ نے دار العلوم دیوبند کے شعبۂ تبلیغ میں بھی ۱۳۶۰ھ تا ۱۳۶۵ھ کام کیا۔ حضرت تھانوی نے مسلم لیگ کے اجلاس پٹنہ (۱۹۳۸ء) میں شرکت کیلئے جو وفد ترتیب دیا تھا اس میں مولانا عبد الجبار بھی شامل تھے۔ قیام پاکستان کے بعد ہارون آباد میں رہائش اختیار کی اور یہاں مدرسہ اشرف المدارس قائم کر کے دینی وتبلیغی کاموں میں لگے رہے۔

۹ رجب ۱۳۷۰ھ/۱۶ اپریل ۱۹۵۱ء کو آپ کا ہارون آباد میں وصال ہوا۔[له]

له مواد کے سلسلہ میں "بزم اشرف کے چراغ" سے استفادہ کیا گیا ہے

مولانا سیّد مرتضیٰ حسن چاندپوری

(م دسمبر ۱۹۵۱ء)

آپ ۱۲۸۵ھ کے لگ بھگ چاندپور ضلع بجنور میں پیدا ہوئے، آپ کے والد حکیم سید بنیاد علی قصبہ چاندپور کے مشہور طبیب تھے۔

ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی، ۱۲۹۷ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں مولانا محمد محمود، مولانا محمود حسن شیخ الہند، مولانا ذوالفقار علی اور مولانا منفعت علی شامل تھے۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد حضرت مولانا رشید احمد کی خدمت میں گنگوہ حاضر ہوتے اور وہاں دوبارہ دورۂ حدیث پڑھ کر دوسری سند حاصل کی۔ فن معقولات سے خاص دلچسپی تھی۔ اس لئے مولانا احمد حسن کی خدمت میں کانپور پہنچے اور وہاں ان سے معقولات کی اعلیٰ کتب پڑھیں، فراغت تعلیم کے بعد واپس اپنے وطن چاندپور آ گئے اور اپنے والد کے ساتھ مطب میں کام کرنے لگے۔

تدریس اسی دوران مولانا منور علی صاحب خلیفہ مجاز حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے دربھنگہ کے قریب ایک مدرسہ "امدادیہ" کے نام سے قائم کیا اور مولانا اشرف علی تھانوی سے ایک اعلیٰ مدرس کی فرمائش کی، حضرت تھانویؒ کے ارشاد پر آپ طبی شغل چھوڑ کر دربھنگہ تشریف لے گئے اور وہاں ایک عرصہ تک بطور صدر مدرس اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں، اس کے بعد کچھ عرصہ مدرسہ امدادیہ مراد آباد میں بھی صدر مدرس رہے۔ اس دوران میں آپ نے آریہ سماج کے رد میں کئی رسائل لکھے اور بابو رام چندر سے مشہور تاریخی مناظرہ کیا۔

۱۹۲۰ء میں حضرت مولانا محمود حسن شیخ الہندؒ نے مالٹا سے واپسی پر دارالعلوم دیوبند آجانے کو کہا، چنانچہ آپ دارالعلوم دیوبند پہنچے۔ یہاں آپ کو ناظم تعلیمات بنا دیا گیا۔ اس کے ساتھ تدریس کا شغل بھی جاری رہا، اس دوران میں آپ نے قادیانیت کے رد میں

بہت سے رسائل تحریر فرماتے جو بہت مقبول ہوتے۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی طرح آپ بھی اس دور کے مشہور و مقبول مقرر تھے۔ ملک کا چپہ چپہ آپ کی تقاریر اور مواعظ سے مستفید ہوا۔ آپ کو فن مناظرہ میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔

حج طبی مشغلہ کے دوران اپنے والد کے ہمراہ حج کیا، آپ کے والد حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ سے بہت عقیدت رکھتے تھے، ان کے ہمراہ آپ کو بھی حضرت حاجی صاحب کا قرب حاصل ہوا اور ان کی مجالس سے فیض یاب ہوتے رہے۔ بعد فراغت حج آپ کے والد مدینہ منورہ میں واصل بحق ہوتے۔ اس دوران حاجی صاحبؒ آپ کو بہت تسلی دیتے رہے۔ دوسرے حج کے موقع پر علمی کتب ہمراہ لائے۔ تیسری مرتبہ حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ حج کیا۔ حضرت شیخ الہندؒ کے حکم سے واپس وطن آگئے۔

صوفیانہ مسلک فراغت تعلیم کے بعد حضرت مولانا شاہ رفیع الدین خلیفہ حضرت شاہ عبد الغنی سے بیعت ہوتے اور ان سے تعلیم و تربیت پائی۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بھی استفادہ کیا۔ حضرت شاہ رفیع الدین کے وصال کے بعد مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے حدیث بھی پڑھی، بیعت بھی ہوتے۔ زمانہ قیام کانپور کے دوران مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی سے استفادہ کیا۔ حضرت گنگوہیؒ کے وصال کے بعد اپنے استاذ حضرت شیخ الہندؒ کی طرف رجوع کیا۔ پھر حضرت شاہ عبد الرحیم رائے پوری کی سرپرستی میں زندگی گزارنے لگے۔ ان کے انتقال کے بعد مولانا محمد علی مونگیری کو اپنا سرپرست اور مربی بنایا، وہ بھی اللہ کو پیارے ہوگئے۔ آخر میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے بیعت ہوتے اور "اجازت بیعت" سے نوازے گئے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حضرت تھانویؒ کے ملفوظات و مواعظ کا مطالعہ کرتے رہو کہ یہ علم و تقویٰ میں ترقی کا باعث ہوں گے۔[۱]

مولانا قاری محمد طیب قاسمی لکھتے ہیں:۔

---

[۱] پروفیسر احمد سعید: بزم اشرف کے چراغ ؛ لاہور، مئی ۱۹۷۵ء، ص ۱۲۶۔

"آپ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے ارشد تلامذہ میں سے اور حضرت تھانویؒ کے ہم عصروں میں سے تھے۔ ذکی، طبّاع اور تیز فہم علماء میں سے تھے۔ آپ کی تقریر معروف اور مشہور تھی۔ زبردست مناظر تھے، مبتدعین اور قادیانیوں کو تابہ دروازہ آپ نے ہی پہنچایا عرصہ دراز تک دربھنگہ اور مرادآباد وغیرہ میں صدارتِ تدریس کے فرائض انجام دیتے اور آخر میں دارالعلوم کے عہدۂ نظامت تعلیم اور پھر نظامت تبلیغ پر فائز ہوئے۔ دارالعلوم میں درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ آپ کی نمایاں اور غیر معمولی خطابت نے ملک کے گوشہ گوشہ کو مستفیض کیا۔ آپ کو ردِّ بدعات اور ردِّ قادیانیت سے خاص شغف تھا اور اس سلسلہ میں آپ کی بہت سی قابلِ قدر تصانیف ہیں جو طبع ہو چکی ہیں[1]۔

وصال:۔ ۲۱ دسمبر ۱۹۵۱ء کو باآواز بلند کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے وصال ہوا۔

دارالعلوم دیوبند میں ۱۳۱۹ھ تا ۱۳۲۲ھ دوبارہ ۱۳۲۶ھ تا ۱۳۳۱ھ سہ بارہ ۱۳۲۹ھ تا ۱۳۵۰ھ آپ نے تدریسی خدمات انجام دیں[2]۔

---

[1] مولانا قاری محمد طیب: تاریخ دارالعلوم دیوبند، دہلی: ۱۹۶۵ء ص ۱۵۔

[2] " " " " ص ۱۱۰

مولانا عبدالودود مردانی

۱۸۷۰ — ۱۹۵۲ء

آپ ۱۸۷۰ء[۱] کے قریب "دو دیبان" تحصیل صوابی، ضلع مردان میں علامہ عبدالرحمٰن کے گھر پیدا ہوئے، شجرۂ نسب مولانا عبدالوہاب المعروف بہ اخوند پنجو بابا رحمۃ اللہ علیہ جا ملتا ہے۔

چھ سال کے تھے کہ والد صاحب اللہ کو پیارے ہو گئے۔ یتیمی کی حالت میں جگہ جگہ پھرے اور علم کی تحصیل جاری رکھی، شہباز گڑھ ضلع مردان، اور طورو ضلع مردان میں بھی کافی عرصہ رہ کر تعلیم حاصل کی۔

اعلیٰ تعلیم

اعلیٰ تعلیم کے لئے مدرسہ "اشاعتہ العلوم" بانس بریلی میں داخلہ لیا اور

---

[۱] ۔ آپ کے فرزند مولوی عبدالمسجود کی روایت کے مطابق آپ کی تاریخ ولادت ۱۸۷۰ء کے قریب ہے۔
پروفیسر احمد سعید نے: بزم اشرف کے چراغ: لاہور ۱۹۷۵ء صفحہ ۱۶۲ پہ ۱۸۹۰ء لکھی ہے جو درست نہیں اس لئے کہ ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء میں تو سند الفراغ بھی حاصل کر چکے تھے۔

مولانا محمود الحسن، مولانا محمد یٰسین اور مولانا عبدالعزیز سے ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء دورۂ حدیث پڑھ کر سندالفراغ حاصل کی۔ اسی موقع پر آپ کو ۵۰۰ روپے انعام میں ملے۔ آپ نے اسی پیسے سے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔

تدریس

فراغت حج کے بعد دو سال مدرسہ "اشاعتہ العلوم" بریلی میں تدریس کرتے رہے، پھر کچھ عرصہ اجمیر شریف کے مدرسہ میں تدریس کی، اپنے گاؤں میں جب واپس آئے تو پھر تدریس کا سلسلہ یہاں بھی جاری رکھا۔ مختلف علوم و فنون کی کتب زیر درس رہتی تھیں۔

صوفیانہ مسلک

آپ نے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی، پھر ایک عرصہ ان کی خدمت میں رہے، تکمیلِ سلوک کے بعد حضرت تھانویؒ نے آپ کو خلافت سے نوازا۔

۵ر اپریل ۱۹۵۲ء بروز پیر صبح سویرے آپ کا وصال ہوا اور "دوبیان" میں ہی دفن کئے گئے۔

اولاد میں تین فرزند ـــــ مولوی عبدالمقصود، مولوی عبدالمسجود اور عبدالسلام ہیں۔

مولانا محمد طاہر قاسمی

۱۹۵۲ء —

آپ مولانا حافظ محمد احمد قاسمی کے فرزند ہیں۔ دار العلوم دیوبند کے فاضل، اور مولانا انور شاہ کشمیری کے شاگرد ہیں۔

۱۳۴۶ھ میں دار العلوم میں مدرس مقرر ہوئے، پھر مدتوں دار العلوم میں تدریس کے علاوہ دار العلوم کے کتب خانہ اور دار الصنائع کی نظامت کے منصب پر فائز رہے، آخر عمر میں قرآن شریف کی تفسیر سے بڑا شغف ہو گیا تھا، ان کے تفسیری مسودات میں سے صرف "معوذتین" کی تفسیر شائع ہوئی ہے، علمِ عقائد میں انہوں نے ایک کتاب "عقائد قاسمی" کے نام سے بڑے عام فہم انداز میں لکھی ہے۔

ان کا وصال ۱۳ محرم ۱۳۷۲ھ/۵ اکتوبر ۱۹۵۲ء کو ہوا۔

ان کے فرزندوں میں قاری محمد زاہر قاسمی پہلے آل انڈیا ریڈیو پر تلاوت کرتے تھے، پھر پاکستان چلے آئے، ان کے چھوٹے بھائی قاری شاکر قاسمی ریڈیو پاکستان سے قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں خوش الحان قاری ہیں۔

مولانا محمد طاہر کے دوسرے فرزند مولانا آصف قاسمی ہیں، یہ دار العلوم کے فاضل ہیں، کراچی میں انہوں نے ایک دینی مدرسہ قائم کیا ہوا ہے جو وہاں کے دینی مدارس میں ایک امتیازی درسگاہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان کی

ترجمۂ قرآن سکھانے کے لئے ایک عمدہ تصنیف بھی ہے۔
بیعت کا تعلق حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ سے تھا۔
اور ان کی طرف سے "مجازِ صحبت" تھے۔
آپ کی تصانیف میں حقیقت سحر، النحر فی الاسلام، اور تجلیات کعبہ کامیاب تصانیف شمار کی جاتی ہیں۔ عقائد اسلام قاسمی کا پہلا ایڈیشن ۵/اکتوبر ۱۹۵۲ء کی صبح اس وقت پہنچا جب مولانا سفرِ آخرت فرما چکے تھے، اور ان کی تجہیز و تکفین کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ "مکالمتہ الصدرین" کی ترتیب اور تقدیم آپ کے قلم سے ہے۔ [۱]
آپ نے ۱۳۵۱ھ میں دارالعلوم کے نائب مہتمم کے فرائض بھی انجام دیئے، نیز ۱۳۴۶ھ تا ۱۳۴۷ھ تدریسی خدمات انجام دیں۔
شعبہ دارالصنائع میں ۱۳۶۸ھ تا ۱۳۷۱ھ خدمات انجام دیں [۲]

———— :: ————

---

[۱] فیوض الرحمٰن، ڈاکٹر: مشاہیر علماء: لاہور: ۱۹۷۶ء ج ۱ ص ۵۲۷
[۲] قاری محمد طیب قاسمی: تاریخ دارالعلوم دیوبند ص ۱۲۲

علامہ سیّد سلیمان ندوی

۱۸۸۴ — ۱۹۵۳ء

آپ کے اجداد نے کوئی دو سو سال پہلے جزیرۃ العرب سے نکل کر سندھ اور پھر اجمیر کے راستے صوبہ متحدہ (یوپی) سے گزر کر "بہار" کو اپنا مسکن بنایا، چنانچہ عظیم آباد پٹنہ کے نواح میں آج بھی سادات کی بارہ بستیاں جو عام زبان میں "بارہ گاواں" کہلاتی ہیں، موجود ہیں۔

آپ ۲۳ صفر المظفر ۱۳۰۲ھ (۲۲ نومبر ۱۸۸۴ء) کو دلیسنہ (بہار) میں پیدا ہوئے نسب نامہ حسب ذیل ہے۔

علامہ سیّد سلیمان ندوی بن مولانا حکیم سیّد ابوالحسن بن سیّد محمدی بن سیّد عظمت علی بن سیّد وحیدالدین بن سیّد رجب علی بن سیّد محمد شیر بن سیّد صدرالدین بن سلیمان بن سیّد عثمان بن سیّد حسن، بن سیّد شمس الدین بن سیّد معین محمد بن سیّد میر محمد بن سیّد عرب بن سیّد امیر بُرہان بن سیّد احمد بن سیّد محمد بن سیّد یوسف بن سیّد اسحٰق بن سیّد یعقوب بن سیّد حسن بن سیّد امام علی موسیٰ رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن علی المرتضیٰ (رضوان اللہ علیہم اجمعین)۔

دادا صاحب نے انیس الحسن نام اور کنیت ابو نجیب رکھی۔ ایک ناخدا

زنگونی تاجر سلیمان کے نام کے گھر گھر چرچا کے باعث گھر والوں نے کہہ دیا کہ ہمارا سلیمان تو یہ ہے اور ایک دن اس کا شہرہ بھی گھر گھر ہو جائے گا۔ پھر آپ نے سید سلیمان کے نام سے ہی شہرت پائی ۔

ابتدائی تعلیم

ابتدائی تعلیم گھر پہ حاصل کی، اپنے بڑے بھائی ابوحبیب سے بھی پڑھتے رہے پھر اپنے والد گرامی کے ہاں اسلام پور پہنچے اور وہاں چند کتابوں کا درس لیا، ۱۸۹۹ء میں پھلواری شریف (پٹنہ) بھجوا دیئے گئے یہاں ایک برس خانقاہ مجیبی میں رہ کر مولانا محی الدین سے کچھ کتابوں کی تکمیل فرمائی، ازاں بعد مدرسہ امدادیہ دربھنگہ میں ایک سال کے عرصہ میں درسِ نظامی کی چند اور کتابوں کا درس لیا ۔

اعلیٰ تعلیم

اعلیٰ تعلیم کے لیے ۱۹۰۱ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخلہ لیا اور پانچ سال رہ کر ۱۹۰۶ء میں سندِ فراغ حاصل کی ۔ آپ کے اساتذہ میں علامہ شبلی نعمانی مولانا محمد فاروق چڑیاکوٹی، مولانا حفیظ اللہ مدرس اوّل ندوہ، اور مولانا عبداللطیف خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں ۔

علمی قابلیت

محرم ۱۳۱۴ھ/ مارچ ۱۹۰۷ء کے جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر، جب آپ کو سند عطا کی جا رہی تھی، آپ نے خواجہ غلام الثقلین وکیل کے تجویز کردہ موضع پر عربی میں ایسی فی البدیہہ تقریر کی کہ ہر طرف سے احسنت و آفرین کی صدائیں بار بار بلند ہو

رہی تھیں۔ علامہ شبلیؒ نے جوش مسرت میں اپنے سر سے عمامہ اتار کر آپ کے سر پر رکھ دیا۔ پہلے "الندوہ" کے نائب مدیر مقرر ہوئے اور اس دوران جدید و قدیم، عقلی و نقلی علوم و فنون پر ایسے بلند پایہ مضامین لکھے کہ قارئین پر دھاک بیٹھ گئی ان میں اشتراکیت اور اسلام، علم ہیئت اور مسلمان، اسلامی رصد خانے، مسئلہ ارتقاء، برنابا انجیل، مکررات القرآن، طبقات ابن سعد کا تعارف، قیامت، ایمان بالغیب وغیرہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

تدریس

کچھ عرصہ ندوۃ العلماء میں تدریس بھی کی، ۱۹۰۸ء میں آپ کا تقرر بطور استاذ ہوا تھا، اسی دوران آپ نے "دروس الادب" اور "لغات جدیدہ" کے نام سے ایک عربی لغت تصنیف فرمائی جو اہل علم میں مقبول ہوئی۔

۱۹۱۲ء میں مولانا ابو الکلام آزاد کی دعوت پر "الہلال" کلکتہ میں کام کرنے کے لئے تشریف لے گئے "الہلال" کے وہ مضامین جو سلیمانی قلم کی یادگار ہیں۔ "مضامین سید سلیمان" کے نام سے شائع ہو چکے ہیں، ان میں الحریۃ فی الاسلام تذکار نزول قرآن، حبشہ کی تاریخ کا ایک ورق، قصص بنی اسرائیل اور مشہد اکبر وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۱۹۱۳ء میں دکن کالج پونہ میں السنہ شرقیہ کے اسسٹنٹ پروفیسر مقرر ہوئے اور چند سال وہاں پڑھاتے رہے، ایک یہودی عالم سے اسی دوران عبرانی زبان سیکھ لی اور اس نیت سے یہ مشقت اٹھائی گئی کہ عربی الفاظ کے عبرانی ماخذ پر عبور حاصل ہو جائے۔

اسی عرصہ قیام پونہ میں آپ نے اپنی مجتہدانہ تصنیف "ارض القرآن" کا

آغاز کیا جو قرآنی لٹریچر میں اپنی نوعیت کی پہلی تصنیف ہے۔

اسی دوران "عمر خیام" پر پہلے ایک مقالہ اور پھر ایک کتاب لکھی جسے مستشرقین نے بھی قدر کی نگاہوں سے دیکھا، حکیم مشرق علامہ اقبالؒ نے آپ کو لکھا کہ "عمر خیام پر آپ نے جو لکھ دیا ہے اس پر اب کوئی مشرقی یا مغربی عالم اضافہ نہ کر سکے گا، الحمد للہ کہ اس بحث کا خاتمہ آپ کی تصنیف پر ہوا"

اور خود اس کتاب کے بارے میں یوں لکھتے ہیں کہ "میں نے تو یہ کتاب محض اس اظہار کے لئے پیش کی تھی کہ اہلِ مغرب کو معلوم ہو جائے کہ ان کو جس ریسرچ پر ناز ہے، مشرقی علماء اس میں ان سے کسی طرح پیچھے نہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ ایسا ہی ہوا۔"

خیام کے علاوہ "عرب و ہند کے تعلقات"، "عربوں کی جہاز رانی"، "نقوشِ سلیمانی" اور سینکڑوں تاریخی ادبی اور علمی مقالات سب ریسرچ کی اعلیٰ یادگار ہیں۔

مسندِ استاذ پر

نومبر ۱۹۱۴ء میں اپنے استاذ علامہ شبلی کے تار پر پونہ تشریف لائے، انہوں نے سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکمیل کی وصیت فرمائی جسے آپ نے قبول فرما لیا، علامہ شبلی ۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء کو واصلِ بحق ہوئے، اب ان کی مسند خالی تھی، وابستگانِ شبلی نے مل کر آپ کے سر پر ان کی جانشینی کا تاج رکھا اور "سید الطائفہ" کا لقب عطا کر کے آپ کی جلالتِ شان کا اعتراف کیا۔ یہ ۱۹۱۵ء کی بات ہے جب آپ دکن کالج پونہ سے مستعفی ہو کر اعظم گڑھ پہنچ گئے تھے۔

علامہ اقبال اپنے ایک خط میں آپ کو لکھتے ہیں کہ: ۔ مولانا شبلیؒ کے بعد آپ استاذ الکل ہیں [1]

---

[1] ۔ مکاتیب اقبال ج ۱ صفحہ ۸۰ بحوالہ تذکرہ سلیمان ۵۷ ۔

اپنے استاذ کے منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ دار المصنفین اعظم گڑھ کی تعمیر و ترقی آپ کی شب و روز محنت اور لگن کی مرہون منت ہے۔

۱۹۲۰ء میں وفدِ خلافت میں شامل ہو کر یورپ گئے، ۱۹۲۴ء میں وفد حجاز کے امیر کی حیثیت سے حجاز اور ۱۹۳۳ء میں علامہ اقبالؒ اور سر راس مسعود کے ساتھ افغانستان کا سفر کیا۔

صوفیانہ مسلک

اگست ۱۹۳۸ء میں راہِ سلوک میں قدم رکھا اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے دستِ حق پرست پہ بیعت ہوئے اور تکمیل سلوک کے بعد حضرۃ تھانویؒ نے آپ کو لکھا کہ:۔

"میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کو خلافت دے دوں، میں نے اس سلسلہ میں استخارہ بھی کر لیا ہے، اب آپ کا کیا مشورہ ہے؟"

اس گرامی نامہ کا آپنے کوئی جواب نہ دیا کہ پہلے سے طے کر رکھا تھا کہ دو تین روز میں تھانہ بھون جائیں گے، وہاں بھی خاموش ہی رہے ایک دن حضرت تھانوی کی طرف سے ایک پرچہ ملا کہ:"آپ نے میرے استخارہ کا جواب نہیں دیا" اس پر آپنے جواباً عرض کیا کہ "حضرتِ والا کا مکتوبِ گرامی پڑھ کر قدموں تلے سے زمین نکل گئی، میں کہاں اور یہ ذمہ داری کہاں؟" اس پر حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ "الحمد للہ وہی جواب آیا جس کی توقع تھی"۔ اس کے بعد حضرت تھانویؒ آپ کو (۲۲ر اکتوبر ۱۹۴۲ء) میں سلاسل اربعہ میں خلافت باطنی عطا فرما کر اس درجہ مسرور و مطمئن تھے کہ بارہا فرمایا کہ "الحمد للہ اب کچھ فکر نہیں میرے بعد ایسے ایسے لوگ موجود ہیں"۔

حضرت تھانویؒ نے ۱۹ اور ۲۰ر جولائی ۱۹۴۳ء کی درمیانی شب میں سفرِ آخرت

اختیار کیا، اس واقعہ کا آپ کے دل پر بے حد اثر ہوا۔ خیالات نے مرثیہ کی شکل اختیار کر لی، عنوان تھا "رحلتِ شیخ"۔

"داغِ فراقِ یار مٹایا نہ جائے گا
اب دل کا یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

حرفِ دمِ وداع "خدا کے سپرد ہو"
تا آخرِ حیات بھلایا نہ جائے گا

اے دل خموش صبر و رضا کا مقام ہے
نقشِ دوامِ فیض مٹایا نہ جائے گا

پیرِ مغاں نہیں ہے مگر میکدہ تو ہے
جام و سبو یہاں سے ہٹایا نہ جائے گا

یونہی بچھا رہے گا یہاں خوانِ فیضِ عام
جب تک ہیں میہمان بڑھایا نہ جائیگا

چاہا خدا نے تو تری محفل کا ہر چراغ
یونہی جلا کرے گا بجھایا نہ جائے گا"

بھوپال میں

جون ۱۹۴۶ء سے اکتوبر ۱۹۴۹ء تک آپنے بھوپال میں قیام فرمایا۔

جون ۱۹۵۰ء میں آپ پاکستان تشریف لائے اور تعلیماتِ اسلامیہ بورڈ کراچی (حکومتِ پاکستان) سے منسلک ہو گئے اور ۲۷ نومبر ۱۹۵۲ء[1] کو وہیں وصال ہوا۔

---

[1] پروفیسر احمد سعید نے: بزمِ اشرف کے چراغ میں تاریخ وصال ۱۹۵۲ء کے بجائے ۱۹۵۵ء لکھ دی ہے اس کی اصلاح کر دی جائے۔

ڈاکٹر غلام جیلانی برق آپ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "سید سلیمان اپنے استاد و رہبر علامہ شبلی کی طرح ایک متبحر عالم، بلند پایہ محقق، محدث، فقیہہ، ادیب اور متکلم تھے، عمر بھر لکھتے رہے۔ تاسیس دار المصنفین سے پہلے اردو ادب میں کام کی علمی کتابیں دو درجن سے زیادہ نہ تھیں، اس ادارہ کے انتھک اہل قلم یعنی عبدالسلام ندوی، شاہ معین الدین ندوی، ریاست علی ندوی، ابوالحسن علی ندوی، محمد حنیف ندوی، رشید اختر ندوی نے علمی کتابوں کے انبار لگا دیئے اور اردو ادب کو اس قابل بنا دیا کہ اس پر ستره کروڑ اسلامیان ہند و پاک ناز کر سکیں"۔ [۱]

رفیق محترم جناب اختر راہی لکھتے ہیں کہ "سید صاحب اچھے شاعر، بے نظیر عالم دین اور بلند پایہ ادیب تھے۔ ان کی علمی، ادبی اور سیاسی و ملی خدمات مسلّم ہیں"۔ [۲]

آل پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کے رکن بنائے گئے، ۱۹۵۲ء میں اس کے پہلے اجلاس منعقدہ کراچی کے شعبہ تاریخ اسلام کی صدارت فرمائی۔ ۱۹۵۳ء میں سوسائٹی کے جنرل سیشن (عمومی اجلاس) منعقدہ ڈھاکہ کی صدارت کو زینت بخشی آپ علی گڑھ یونیورسٹی کورٹ کے بھی ممبر تھے۔

۱۹۵۲ء میں جب کراچی یونیورسٹی قائم ہوئی تو آپ کو اس کی سینٹ کا ممبر بنا دیا گیا اور مجوزہ شعبۂ اسلامیات کی صدارت بھی پیش کی گئی مگر آپ نے صحت کی خرابی اور ضعف کی بنا پر اس کو قبول نہیں فرمایا۔

---

[۱] ۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق: فلسفیان اسلام: لاہور، ۱۹۶۸ء، شیخ غلام علی ص ۲۷۸، ۲۷۹۔

[۲] ۔ اختر راہی: پروفیسر مسعود عالم ندوی: لاہور، ۱۹۷۵ء، مکتبہ ظفر، گجرات، صفحہ ۹۰

عالم اسلام کا اعلیٰ علمی اعزاز

"مجمع الفواد الاول" جو مصر کی ایک لغوی اکادمی ہے اور عالم اسلام کا سب سے عظیم الشان ادارہ ہے ۔ ۱۹۵۲ء کے آغاز میں اس اکیڈمی نے آپ کو اپنا "عضو" (رکن) منتخب کیا ۔ یہ پہلا اعزاز تھا جو بقول مولانا مسعود عالم ندوی برصغیر پاک و ہند میں آپ کو ملا ۔

تصانیف

۱ ۔ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی دو جلدیں علامہ شبلیؒ نے لکھی تھیں اور باقی چار آپ نے ۔

۲ ۔ ارض القرآن (دو جلد) قرآن کی ذکر کردہ اقوام و اماکن کی تاریخ و تشریح

۳ ۔ الحریۃ فی الاسلام ۔

۴ ۔ عمر خیّام

۵ ۔ اہل السنۃ والجماعت ۔

۶ ۔ انتخابات شبلی ۔

۷ ۔ نقش سلیمانی ۔

۸ ۔ حیات شبلی

۹ ۔ عربوں کی جہاز رانی

۱۰ ۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۱ ۔ خطباتِ مدراس (سیرتِ رسولؐ پر عجیب کتاب ہے)

۱۲ ۔ حیاتِ امام مالکؒ

۱۳ ۔ سیرتِ عائشہ رضؓ
۱۴ ۔ الجغرافیہ عندالعرب ۔
۱۵ ۔ اشتراکیت اور اسلام
۱۶ ۔ یادِ رفتگاں
۱۷ ۔ اور بے شمار متفرق رسائل ۔
۱۸۔ نکات سورۃ الفاتحہ
۱۹۔ مقالاتِ سلیمانی ۔کئی جلدوں میں چھپ کر منظر عام پر آچکے ہیں۔[1]

پروفیسر مولانا محمد اشرف خان صاحب لکھتے ہیں :۔

" سید صاحب زبان دان تھے ۔عربی و فارسی کے وہ متبحر عالم تھے، اردو کے بلند پایہ صاحبِ طرز ادیب اور سید المصنفین تھے، عبرانی انہوں نے سیکھی تھی انگریزی وہ اچھی طرح پڑھ اور سمجھ لیتے تھے ۔ فرانسیسی سے وہ آشنا تھے، ان کی عربی سلاست، بے ساختگی و برنائی میں سہلِ ممتنع کا حکم رکھتی ہے ۔" [2]

مولانا سید مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں :۔

سید صاحب کا علمی مقام بلند تھا اتنا بلند کہ وہاں تک بہتوں کا طائر خیال بھی پرواز نہ کر سکے ۔ ان کی جامعیت تو اس دور میں اپنی نظیر نہیں رکھتی ۔میری نگاہ میں اس دور کے تمام اہلِ علم و نظر میں، صرف ہندوستان کے نہیں بلکہ دوسرے مسلمان ملکوں کے بھی، مگر یہ واقعہ ہے کہ کوئی شخصیت علم و فن کے گوناگوں شعبوں کی ایسی جامع نظر نہیں آتی ۔" [3]

---

[1] فیوض الرحمٰن ڈاکٹر : مشاہیر علماء: ج ۱ ص ۱۹۸ تا ۲۰۲
[2] ۔مولانا محمد اشرف خان : سلوکِ سلیمانی : لاہور: ۱۹۶۹ء صفحہ ۱۲
[3] ۔ مولانا مسعود عالم ندوی: چراغ راہ (ماہنامہ) کراچی : اپریل ۱۹۵۴ء

مولانا شاہ معین الدین احمد ندویؒ لکھتے ہیں :۔

"اس دور میں وہ جامعیتِ علوم کی تنہا مثال تھے، ان میں ابن رشد و ابن خلدون ابن تیمیہ، ابن قیمؒ، غزالیؒ و رومیؒ، شاہ ولی اللہ و مجدد سرہندیؒ کے علمی جلووں کی جھلک یکجا نظر آتی تھی، اس لئے ان کی تحریروں سے مسلمانوں کو جس قدر فیض پہنچا، اس کی مثال اس زمانہ میں کمتر ملے گی" ۔ [1]

علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ لکھتے ہیں :

"آج سید سلیمان ندوی ہماری علمی زندگی کے سب سے اونچے زینے پر ہیں، وہ عالم ہی نہیں امیر العلماء ہیں، مصنف ہی نہیں رئیس المصنفین ہیں، ان کا وجود علم و فضل کا ایک بہتا دریا ہے جس سے سینکڑوں نہریں نکلی ہیں، اور ہزاروں سوکھی کھیتیاں سیراب ہوئی ہیں" ۔ [2]

---

[1] ۔ مولانا محمد اشرف خاں : سلوک سلیمانی : لاہور : ۱۹۶۹ء (بحوالہ معارف سلیمان نمبر)

[2] ۔ محمد اشرف خان : سلوک سلیمانی : لاہور : ۱۹۶۹ء صفحہ ۱۳

مولانا عبدالمجید کوٹھیاوی

(۱۹۵۴ء)

مولانا سید عبدالمجید بن بدر علی ۱۳۳۶ھ کو کوٹھیا ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم مولانا علی احمد کوریا پاری سے حاصل کی، پھر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۵۱۔۱۳۵۰ھ میں مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا محمد رسول خان اور مولانا میاں اصغر حسین سے دورۂ حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ مدرسہ ناصر العلوم گھوسی میں ایک عرصہ تدریس کی، پھر ۱۳۶۶ھ میں "قاسم العلوم" کے نام سے ایک درسگاہ قائم کی جس میں تا مدتِ حیات درس دیتے رہے۔ فقہ اور حدیث میں خاص مہارت تھی۔

تصانیف میں ایک مقدمۃ القرآن ہی کا علم ہو سکا ہے۔

مطالعہ کتب کا بے حد شوق تھا، اسی سے صحت متاثر ہوئی اور $\frac{\text{۱۳۷۴ھ}}{\text{۱۹۵۴ء}}$ میں اعظم گڑھ میں انتقال ہوا۔

مولانا نہایت متقی، متورع اور عابد و زاہد عالم تھے۔ حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانویؒ سے بیعت وارادت کا تعلق تھا اور ان کے "مجازِ صحبت" بھی تھے۔

آپکے تلامذہ میں مولانا وصیۃ اللہ اور عبدالمجید گھوسوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

(مولانا حبیب الرحمٰن : تذکرہ علماء اعظم گڑھ : ص ۲۱۱، ۲۱۲)

مولانا حافظ جلیل احمد شیروانی

۱۳۱۵ - ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵ء

آپ حافظ مصلح الدین صاحب کے فرزند تھے ۱۳۱۵ھ کو بھیکہ علیگڑھ کے مشہور شیروانی خاندان میں پیدا ہوئے، کچھ عرصہ بعد آپکے والد صاحب نے علیگڑھ میں سکونت اختیار کرلی آپ نے مولانا قاری محمد صدیق خراسانی سے قرآنِ پاک حفظ کیا اور تجوید کی تحصیل کی۔ پھر علیگڑھ میں تعلیم حاصل کی۔ آپ ابھی تعلیم حاصل کر رہے تھے کہ مسلم یونیورسٹی کی دعوت پر حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی علیگڑھ تشریف لائے اور وہاں آپ کا وعظ ہوا آپ اس وعظ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے آپکے والد صاحب نے حضرت تھانوی کو گھر تشریف لے جانے کی دعوت دی جسے انہوں نے قبول فرمالیا۔ اس کے بعد حضرت تھانویؒ سے باقاعدہ خط و کتابت شروع کردی۔ بیعت ہوئے، اور اپنی جائیداد کا ناظم مقرر کرکے حضرت تھانوی کی خدمت میں جا پہنچے اور وہاں خوب خوب استفادہ کرتے رہے۔ حضرت تھانوی کے ارشاد پر کچھ عرصہ کے لئے کاندھلہ میں مولانا محمد اسمٰعیل اور مولانا ظفر احمد عثمانیؒ سے درسِ نظامی کی کتابیں بھی پڑھیں، آپنے بہت بڑے رئیس ہونے کے باوجود اپنے آپکو مٹا رکھا تھا حضرت تھانویؒ کے خلیفہ مجاز تھے قیام پاکستان پر لاہور آگئے، اور یہاں مجلس صیانۃ المسلمین قائم کی۔

تصانیف: تصانیف میں القول الجلیل ۵ حصے عنوانات التصوف، قرآن کا نیا معجزہ، قرآن کا عجیب عدد، آثار رحمت اور جمہوری نظام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

وصال: ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۷۵ھ/۲۶ نومبر ۱۹۵۵ء کو اپنے رب سے جا ملے۔ آپ نہایت متقی پرہیزگار اور متبع سنت تھے۔

مولانا محمد انوار الحسن کاکوروی

۱۹۵۵ء —

آپ ۹ ذیقعدہ ۱۲۸۳ھ کو قصبہ کاکوری میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولوی محمد محسن (محسن کاکوروی) تھے جن کا نعتیہ کلام ہند سے عرب و عجم تک مقبول ہوا، ان کا ایک شعر ہے ؎

ازل میں جب ہوئیں تقسیم نعمتیں محسن
کلامِ نعتیہ رکھا میری زبان کے لئے

مولوی انوار الحسن کے بڑے بھائی مولوی نور الحسن نیّر کا بڑا کارنامہ نور اللغات کی تدوین و تالیف ہے، یہ لغات چار جلدوں پر مشتمل ہے آپ نے عربی و فارسی کی تعلیم اپنے والد صاحب کے زیر سایہ حاصل کی، پھر بی۔ اے ایل ایل بی کی ڈگریاں حاصل کیں۔

۱۳۴۴ھ میں حج کی سعادت نصیب ہوئی اسی دوران مدینہ منورہ میں ایک خواب دیکھا جس سے متاثر ہو کر واپسی پر حضرت تھانوی سے بیعت ہو گئے، اور پھر "مجاز صحبت" ہوئے۔ وکالت کا پیشہ اختیار نہیں کیا بلکہ باغبانی اور زراعت کی طرف توجہ دی باقاعدہ ایک قاری صاحب سے قراءت سیکھی، ہر روز ایک منزل قرآن پاک پڑھنے کا معمول رہا۔ اپنے قصبہ میں حکومت کی طرف سے آنریری مجسٹریٹ اور پھر لائف مجسٹریٹ بھی رہے۔ اعزازی طور پر محلہ کی مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے رہے جماعت کی نماز کے بہت پابند تھے۔ ۱۳ / جنوری ۱۹۵۵ء کو وصال ہوا۔ اور کاکوری میں اپنے جدِ اعلیٰ شیخ مخدوم صاحب کے مزار کے احاطہ میں دفن کئے گئے۔[1]

---

[1] فیوض الرحمٰن ڈاکٹر: مشاہیر علماء، لاہور: ج ۴ ص ۱۲۵

منشی محمد یعقوب کلانوری

۱۳۰۷ - ۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۸ء

۱۹ شوال ۱۳۰۷ھ / ۹ جون ۱۸۹۰ء کو ولادت ہوئی، آپ محکمہ تعلیم میں کلرک تھے۔ ۱۹۲۵ء میں مدرسہ عبدالرب دہلی کی دستار بندی کے موقع پر حضرت تھانوی کی زیارت کا شرف حاصل کیا، ۱۹۲۶ء میں تربیتِ باطنی شروع ہوئی۔ سال میں دو مرتبہ کم از کم آپ کی خدمت میں حاضری دیتے رہے۔

۴ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ میں حضرت تھانوی نے آپ کا نام "مجازین صحبت میں داخل فرمایا اور بذریعہ خط اس کی اطلاع دی، حضرت تھانوی کا یہ خط ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ کا لکھا ہوا ہے۔

۱۹۲۸ء میں حج کی سعادت حاصل ہوئی۔

۱۳ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۸ء کو آپ کا وصال ہوا۔

—— :: ——

مولانا ولی محمد بٹالوی

م ۱۹۵۹ء

آپ بٹالہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کی والدہ نہایت دیندار تھیں اور آپ کے ولی ہونے کی دعائیں کیا کرتی تھیں۔ ایف اے تک انگریزی تعلیم حاصل کر کے فوج کے دفتر میں ہیڈ کلرک مقرر ہوئے، اسی دوران حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے تعلق قائم ہوا، کلرکی چھوڑ کر مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لے لیا اور مکمل درسِ نظامی کی تکمیل کر کے ۱۳۴۸ھ میں سند الفراغ حاصل کی۔
پھر وہاں ۱۳۵۰ھ تا ۱۳۶۱ھ تدریس کی۔[1]

فراغت کے بعد مظاہر العلوم ہی میں تدریس پہ مامور ہوئے، پھر رنگون کے ایک دینی مدرسہ میں برائے تدریس تشریف لے گئے، ایک عرصہ تک وہاں پڑھاتے رہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد راولپنڈی میں مدرسہ آثار الولی کی دوبارہ بنیاد رکھی اور تدریس کے ساتھ وعظ و تبلیغ کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ ۲۱ اپریل ۱۹۵۹ء کو راولپنڈی میں آپ کا وصال ہوا۔

---

[1] محمد شاہد: تاریخ مظاہر صفحہ ۹۲)

حافظ قاری محمدؐ حبیب اللہ

— ۱۹۶۰ء

آپ قصبہ مئو ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے تھے، ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں پائی پھر تکمیل کے لئے الہ آباد تشریف لے گئے، فراغت کے بعد مشن ہائی سکول میں فارسی کے استاذ مقرر ہو گئے۔

الہ آباد میں ہی حضرت تھانوی کا ایک وعظ سنتے ہی دل کی دنیا بدل گئی حضرت سے بیعت ہوئے اور چند ماہ کی تربیت کے بعد حضرت کی طرف سے بیعت کرنے کی اجازت مل گئی، فرمایا کرتے تھے کہ کتابیں تو بہت پڑھ رکھی تھیں مگر حقیقت علم تھانہ بھون میں حاصل ہوئی ؟

آپ کو اتباع سنت کا بے حد خیال رہتا تھا آپ عالم با عمل تھے فرمایا کرتے تھے کہ اصل چیز یہ ہے کہ ہم گندے ہیں اور ہمیں صفائی کی ضرورت ہے جب تک یہ جذبہ زندہ رہے گا دل کی صفائی ہوتی رہے گی جس دن اپنی صفائی کا گمان ہو گیا تو اسی دن باطنی ترقی رک جائیگی پھر یہ سلسلہ رفتہ رفتہ منقطع ہو جائے گا۔

اندریں راہ می تراش و می خراش
تا دمے آخر دمے فارغ مباش

۱۶ ذیقعدہ ۱۳۷۹ھ/۱۹ مئی ۱۹۶۰ء کو سکھر میں آپ کا وصال ہوا [1]

---

[1] فیوض الرحمٰن ڈاکٹر: مشاہیر علماء، لاہور: ج ۴ ص ۱۸۷

مولانا سیّد حسن دیوبندیؒ

۱۳۲۴ ـــــ ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء

آپ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دارالعلوم کراچی کے بھانجے اور مولانا نبیہ حسن استاذ دارالعلوم دیوبند (۱۳۲۷ – ۱۳۵۱) کے فرزند ہیں۔

سنہ ۱۳۲۴ھ کو دیوبند ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے۔

آپ نے اول تا آخر دارالعلوم دیوبند کے ممتاز علماء و فضلاء سے تعلیم حاصل کی دورۂ حدیث شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنیؒ سے پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی فراغت کے بعد ۱۳۵۷ھ میں دارالعلوم دیوبند میں بحیثیت مدرس فارسی آپ کا تقرر ہوا۔ ۱۳۷۱ھ میں بطور مدرس عربی آپ نے کام شروع کیا اور آخر حیات ۱۳۸۱ھ تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ نے کل ۲۵ سال تک تدریس کی۔

آپ کی تصانیف میں "المصباح المنیر فی ایضاح نحو میر" ہی کا علم ہو سکا ہے طالب علمی کے دور ہی میں، اپنے ماموں مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے ذریعہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے جو دلی تعلق قائم ہوا وہ آخر تک قائم رہا۔ آپ حضرت تھانویؒ کے "مجازین صحبت" میں سے تھے۔

۲۲ رجمادی الاولیٰ ۱۳۸۱ھ کو ۵۷ سال کی عمر میں آپ کا دیوبند میں وصال ہوا۔ (۲ نومبر ۱۹۶۱ء کو)

مولانا حکیم سید نور العین نے ان کی تاریخ وفات ان الفاظ میں لکھی ہے۔

هوالحی الحمید الذی لایموت

۱۳۸۱ھ سالِ وفات عالم بے بدل مولانا سید حسن مرحوم

آہ فردِ اصفیا سید حسن — آنکہ بود استادِ اعیانِ زمن
فاضل و علامہ، فخرِ دیو بند — نازشِ اربابِ فضل و علم و فن
ناگہاں آمد چو پیغامِ وصال — رفت شاداں سوئے ربِّ ذوالمنن
سالِ وصلش راغب از ہاتف شنید
داخل جنت میاں سید حسن

۱۳ ھ ۸۱
"ا[1]

آپ کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ :

یہ حادثہ پورے دارالعلوم کے لئے انتہائی افسوسناک اور صبر آزما ہے کہ اس کے جواں سال اور ذی استعداد مدرس مولانا سیّد حسن صاحب دیوبندی ۲ نومبر کی شب میں ہنستے بولتے حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے انتقال کر گئے۔ مرحوم کی عمر ۴۵ سال سے زائد نہ تھی۔

مولانا نبیہہ حسن صاحب مرحوم استاذ دارالعلوم کے صاحبزادے اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مقیم کراچی کے حقیقی بھانجے تھے۔ نہایت ذی استعداد، ترقی پسند، محنتی اور مقبول استاذ تھے۔ مولانا مرحوم کو تصنیف و تالیف کا بھی ذوق تھا۔ اس نو عمری میں متعدد قابل قدر تصانیف ان کی یادگار ہیں۔ ابھی ان کی زندگی سے دارالعلوم کی بڑی توقعات وابستہ تھیں کہ فرشتۂ اجل نے ساری امیدوں کا خاتمہ کر دیا۔

مولانا کی والدہ صاحبہ گزشتہ بارہ[12] سال سے پاکستان تھیں۔ بارہ سال

---

[1] حکیم سید نورالعین راغب : دارالعلوم دیوبند، فروری ۱۹۶۲ء صفحہ ۲۹ -

کی مفارقت کے بعد وہ اب چند ہفتہ کے لئے دیوبند آئیں تو انہیں اس عظیم حادثے کا سامنا کرنا پڑا۔

مولانا مرحوم نے اہلیہ کے علاوہ پانچ چھوٹے بچے چھوڑے جن کی معاش کا بظاہر کوئی انتظام نہیں، ہم حضرۃ مہتمم صاحب سے پرزور درخواست کریں گے کہ وہ مولانا مرحوم کے لڑکوں کا معقول وظیفہ مقرر فرما کر انہیں اپنی تعلیم پوری کرنے کا موقع دیں۔

مولانا کی نماز جنازہ تمام حلقہ دارالعلوم نے بڑے افسوس وحسرت کے ساتھ پڑھی، اور ایک عظیم مجمع ان کی تدفین میں شامل ہوا۔ ہم اس حادثہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی، مولانا مرحوم کے تمام بھائیوں بالخصوص عزیزی زاہد حسن انصاری مدیر رسالہ فروغ اسلام لاہور، مولوی محمد ذکی صاحب مکتبہ اسلامیات لاہور اور خاندان کے دوسرے تمام افراد سے تعزیت و اظہار ہمدردی کرتے ہیں۔ حق تعالےٰ مولانا مرحوم کی مغفرت فرمائیں اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق حاصل ہو۔" [1]

---

[1] ماہنامہ "دارالعلوم" دیوبند، دسمبر ۱۹۶۱ء صفحہ ۴۷، ۴۸
(یادِ رفتگاں)

مولانا مفتی محمد حسنؒ

۱۸۸۰ - ۱۹۶۱ء

آپ مولانا اللہ داد صاحب کے فرزند تھے، ۱۸۸۰ء کے قریب مل پور ضلع اٹک میں پیدا ہوئے۔ قاضی نور محمد، مولانا قاضی گوہر دین گھوڑوی، اور مولانا محمد معصوم ساکن ڈھینڈہ ہری پور ہزارہ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد امرتسر پہنچے اور مفتی غلام مصطفٰی قاسمی، مولانا نور احمد اور مولانا عبدالجبار غزنوی سے تکمیل کر کے سند الفراغ حاصل کی۔ قراءت کی تحصیل قاری کریم بخش صاحب سے کی۔ ایک عرصہ تدریس کرنے کے بعد، حضرت تھانوی کے ارشاد پر دوبارہ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۴۲ھ میں امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری اور دیگر اساتذہ سے حدیث پڑھ کر سند حاصل کی، مدرسہ نعمانیہ امرتسر میں برابر تدریس کرتے رہے، اور پھر صدر المدرسین کی حیثیت سے اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ آپ کے تلامذہ میں بڑے بڑے علماء کے نام آتے ہیں۔ تدریس کے ساتھ افتاء کا کام بھی کرتے رہے۔ آپ کے فتاوی پر اعتماد کیا جاتا تھا۔

۸ ذیقعدہ ۱۳۶۶ھ / ۲۴ ستمبر ۱۹۴۷ء کو نیلا گنبد میں جامعہ اشرفیہ کی بنیاد رکھی، پھر فیروز پور روڈ پر مدرسہ کی جدید عمارت کیلئے ایک سو کنال اراضی خریدی گئی، آج یہ ادارہ ملک کے ممتاز اداروں میں شمار ہوتا ہے، اور اس کے فضلاء ملک اور بیرون ملک دینی اور

علمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

رمضان ۱۳۴۰ھ میں تھانہ بھون پہلی بار حاضری ہوئی، ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ کو بیعت کا شرف حاصل ہوا، پھر ۱۳۶۲ھ تک یہ سلسلہ جاری رہا، حضرت تھانویؒ کی طرف سے آپ کو بیعت کرنے کی اجازت ۱۳۴۶ھ میں مل چکی تھی۔

جامعہ اشرفیہ میں تدریس کا سلسلہ جاری رہا، آپ نے چالیس سال سے زائد تدریس کی۔ آپ سے سینکڑوں حضرات نے روحانی تربیت حاصل کی اور ان میں سے جنہیں آپ نے خلافت سے نوازا ان کی تعداد ۲۳ ہے، ان کے نام یہ ہیں:۔

خلفاء

۱۔ حضرت شیخ محمد عبداللہ ملکہ گجرات (۲) مولانا نذیر احمد وزیر آبادی (۳) ڈاکٹر حفیظ اللہ سکھر (۴) مولانا حفیظ الرحمٰن وزیر آباد (۵) مولانا مفتی خلیل احمد گوجرانوالہ (۶) ماسٹر عبدالرحمٰن راولپنڈی (۷) میر واعظ مولانا محمد یوسف راولپنڈی (۸) پیرجی عبداللطیف (۹) میاں نور محمد بٹ کراچی (۱۰) حاجی محمد افضل پراچہ کراچی (۱۱) مولانا شمس الحق افغانی ترنگ زئی پشاور (۱۲) مولانا قاضی نورالرحمٰن مسجد فردوس مردان (۱۳) عبدالمجید خان دارالخیر ایبٹ آباد (۱۴) حافظ محمد سعید چنیوٹی کراچی (۱۵) چوہدری روشن علی لاہور (۱۶) مولانا عبداللہ مدرسہ نعمانیہ گوجرانوالہ (۱۷) مولانا سرور صاحب استاذ جامعہ اشرفیہ لاہور (۱۸) ڈاکٹر محمد اختر فیصل آباد (۱۹) مولانا حافظ محمد سیف الرحمٰن کٹھالہ سیداں گجرات (۲۰) مولانا قاری خدا بخش سمن آباد لاہور (۲۱) انیس الحق فخر الدین پٹنہ

(۲۲) مولانا قاری فتح محمد مہاجر مدنی (۲۳) مولانا حافظ قاری عبدالحفیظ گوجرانوالہ۔

۱۶ ذی الحجہ ۱۳۸۰ھ یکم جون ۱۹۶۱ء بروز جمعرات کراچی میں وصال ہُوا، اور وہیں تدفین ہوئی۔

اولاد میں حضرت مولانا عبیداللہ فاضل دیوبند جامعہ کے شیخ الحدیث اور مہتمم ہیں جبکہ مولانا حافظ عبدالرحمٰن استاذ حدیث اور مولانا حافظ فضل الرحیم استاذ جامعہ و نائب مہتمم ہیں۔ آپ کی زندگی اور کام پر مستقل سوانح جامعہ اشرفیہ لاہور کے اہتمام سے شائع ہو چکی ہیں، ان میں ایک "احسن السوانح" ہے[1]

———— :: ————

[1] فیوض الرحمٰن ڈاکٹر: مشاہیر علماء: لاہور: ج ۴ ص ۱۹۶ - ۱۹۸

مولانا مفتی واحد بخش بہاولپوری

۱۸۹۰ — ۱۹۶۲ء

آپ محمد عیسیٰ صاحب کے فرزند ہیں۔ ۱۹ مئی ۱۸۹۰ء کو ضلع بہاولپور میں پیدا ہوئے، بچپن ہی میں والد صاحب کا سایہ سر سے اُٹھ گیا، بڑے بھائی نے تربیت کی۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ کے علماء سے حاصل کرنے کے بعد مدرسہ اسلامیہ امروہہ میں داخلہ لیا اور وہاں کے اساتذہ سے پڑھتے رہے۔ آخر میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور شیخ الہند مولانا محمود حسن سے بخاری و ترمذی علامہ انور شاہ کشمیری سے مسلم، مولانا حسین احمد مدنی سے طحاوی اور دیگر اساتذہ سے کتب حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد کچھ عرصہ نگینہ میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد واپس وطن آئے اور خیر پور ٹامیوالی میں تدریس شروع کر دی کچھ عرصے کے بعد محکمہ تعلیم میں سرکاری ملازمت اختیار کر لی، اور بتیس سال تدریس کی، اس کے ساتھ درسِ نظامی کی تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا۔

امروہہ اور دارالعلوم دیوبند کی طالب علمی کے دوران میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کی خدمت میں حاضری کی سعادت ملتی رہی، پھر ان کے ہاتھ پہ بیعت ہوئے اور آخر میں ان کے خلیفہ مجاز ہوئے۔

آپ ایک دینی درس گاہ کے مدرس، شہر کے خطیب اور علاقہ بھر کے مفتی تھے۔ لوگ آپ کے علم و عمل سے بہت متاثر ہوئے۔

آپ بڑے سادہ مزاج، بے نفس اور منکسر المزاج بزرگ

تھے۔ [1]

نام و نمود سے کوئی غرض نہ تھی۔

۱۹۲۵ء میں آپ کا تبادلہ احمد پور شرقیہ میں ہوا، وہاں بھی ایک دنیا نے آپ سے فیض حاصل کیا اور طلبہ نے تعلیم و تربیت حاصل کی۔

قرآنِ مجید روزانہ ایک منزل پڑھتے۔ اتباعِ شریعت کا بہت اہتمام تھا، تہجد کے پابند تھے۔ ایک بار فرمایا "سب سے قوی رشتہ وہ ہے جس کی بنیاد اللہ کا دین ہو، جو تعلق اس کے بغیر ہوگا وہ وبال ثابت ہوگا۔" [2]

وصال :- آپ کا ۱۹۶۲ء میں وصال ہوا۔

اولاد میں مولوی عبدالمالک، عبدالقادر مدینہ منورہ، مفتی عبدالقدوس احمد پور شرقیہ، مولوی محمد احمد محمودی مالک انقلاب پرنٹنگ پریس احمد پور شرقیہ ہی کے نام معلوم ہو سکے ہیں۔ [3]

---

[1] اختر راہی : تذکرہ علمائے پنجاب : لاہور : ۱۹۸۰ء : ج ۲ ص ۸۱۱

[2] احمد سعید : بزم اشرف کے چراغ : لاہور : مئی ۱۹۷۵ء ص ۱۵۰
فیوض الرحمٰن ڈاکٹر : مشاہیر علماء : ج ۵ ص ــــ

[3] رفیق محترم مولانا عطاء اللہ بہاولپوری سے تاریخ وصال لی گئی ہے اور کچھ حالات بھی ان سے معلوم ہوئے۔

مولانا عبد الغنی پھولپوریؒ[له]

۱۹۶۳ء
آپ ۱۲۹۳ھ کو "چھاؤں" ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ عمر کا زیادہ حصہ پھولپور میں گزرا اس لئے پھولپوری کے نام سے مشہور ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی، پھر مولانا ابوالخیر مکی ابن مولانا سخاوت علی خلیفہ حضرت سید احمد شہیدؒ کی خدمت میں جونپور پہنچے، ان سے دو سال تعلیم حاصل کی، پھر مولانا سید امین الدین نصیر آبادی کی خدمت میں تشریف لے گئے، ان سے استفادہ کرنے کے بعد "جامع العلوم" کانپور میں پڑھتے رہے، معقولات کی تکمیل مدرسہ عالیہ رامپور میں کی۔

فراغت کے بعد مدرسہ عربیہ سیتاپور میں کچھ عرصہ تدریس کی، پھر جونپور میں پانچ سال بطور صدر مدرس اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔

۱۳۳۲ھ میں حضرت تھانویؒ کے مشورہ پر "پھولپور" میں مدرسہ "روضۃ العلوم" قائم کیا جس کی بنیاد حضرت تھانویؒ نے رکھی۔ ۱۳۴۹ھ میں قصبہ سرائے میر میں ایک اور مدرسہ "بیت العلوم" قائم کیا۔ اس کا نام بھی حضرت تھانویؒ کا تجویز کردہ ہے۔

حضرت مولانا محمود حسن شیخ الہندؒ نے مولانا اشرف علی تھانویؒ سے فرمایا کہ دیوبند میں پڑھانے کے لئے ایک آدمی بھیج دیں، حضرت تھانوی نے آپ سے دریافت کیا کہ "میں آپ کو منتخب کر کے دیوبند میں بھیجتا ہوں، آپ کیا تنخواہ لیں گے؟

له ۔ سوانحی تذکرہ کا مواد پروفیسر احمد سعید کی "بزم اشرف کے چراغ" سے لیا گیا ہے۔

آپ نے عرض کیا کہ "حضرت! چنے چبا کر پڑھاؤں گا" اس پر حضرت تھانوی نے فرمایا کہ "مجھے یقین ہے کہ آپ ایسا ہی کریں گے۔"

آپ نے باقاعدہ استاد سے کشتی اور فن سپاہ گری کے فنون کی تکمیل کی تھی۔

۱۔ معرفتِ الٰہیہ ۲۔ معیتِ الٰہیہ ۳۔ صراط مستقیم
۴۔ ملفوظات تھانوی ۵۔ براہین قاطعہ آپ کی اہم تصانیف ہیں۔

سرائے میر اعظم گڑھ کی عیدگاہ میں ۱۳۲۰ھ کو حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور تکمیل سلوک کر کے ان کے "مجازین بیعت" میں شامل ہوئے۔ حضرت تھانوی آپ پر بہت شفقت فرماتے تھے۔

. . . . دارالعلوم دیوبند کے دینی اور علمی حلقوں میں یہ خبر نہایت رنج و ملال کے ساتھ سنی جائے گی کہ دارالعلوم دیوبند کے تین قدیم فضلاء نے ابھی پچھلے دنوں داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا عبدالغنی پھولپوری جو حضرت تھانوی کے اجلہ خلفاء میں سے تھے، ہزاروں اشخاص نے ان سے علمی اور روحانی فیوض کا اکتساب کیا ہے، ان کی ذات ایک شمع ہدایت تھی۔[1]

افسوس ہے کہ گزشتہ مہینہ مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوری نے کراچی میں انتقال فرمایا، مولانا مرحوم حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے اجل خلفاء میں تھے اور اس صوبے کے مشرقی اضلاع خصوصاً اعظم گڑھ میں ان کا علمی و روحانی فیض نصف صدی سے زیادہ جاری رہا انہوں نے مرشد کی تعلیمات اور ملفوظات و مواعظ کو الیا

---

[1] ماہنامہ دارالعلوم دیوبند اکتوبر ۱۹۶۲ء

جذب کیا تھا کہ ان کی تحریر اور گفتگو میں اس کا عکس نظر آتا تھا ان میں جذب و سلوک دونوں کی شانیں تھیں اہتمام شریعت اور مریدین و متوسلین کی تعلیم و تربیت میں سالک تھے اور اپنی نجی زندگی میں مجذوب، ان میں عجیب سادگی اور راستگی تھی ضروریات زندگی میں سے کسی چیز میں بھی اہتمام نہ تھا وہ صحیح معنوں میں زاہد تھے ان کی سادگی، بلکہ بے سرو سامانی کو دیکھ کر ان کے ایک خواجہ تاش بزرگ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ ان کے یہاں نئی کیا پرانی روشنی کا بھی گزر نہیں ہے۔

مولانا نے عربی کے دو مدرسے بھی قائم کئے تھے ایک سرائمیر میں دوسرا پھولپور میں، پھولپور کے مدرسے کی حیثیت اب مکتب کی رہ گئی ہے مولانا کی تعلیم و تربیت عملی تھی، اس لئے تالیف و تصنیف کی طرف ان کی توجہ نہ تھی آخر عمر میں چند رسالے اور ایک ضخیم کتاب معیت الٰہیہ کے نام سے لکھی تھی جو سالکین راہ طریقت کے لئے بہت مفید ہے، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ سے حضرت سید صاحبؒ کی ارادت کے بعد مولانا مرحوم کو دارالمصنفین کے لوگوں سے خاص تعلق ہو گیا تھا وہ یہاں اکثر تشریف لایا کرتے تھے، دو تین سال ہوئے پاکستان چلے گئے تھے، چند مہینے ہوئے کہ فالج کا حملہ ہوا اس کے اثر سے ۱۱ر اگست کو کراچی میں انتقال فرمایا۔

نوے سال کے قریب عمر تھی اللہ تعالیٰ عالم آخرت میں ان کے مدارج بلند فرمائے، ان بزرگوں میں سے جو بھی اٹھتا ہے اس کی جگہ ہمیشہ کے لئے خالی رہ جاتی ہے مولانا پھولپوری کے انتقال کے بعد اس نواح میں صرف مولانا وصی اللہ صاحب کی ایک ذات رہ گئی ہے جس سے ارشاد و ہدایت کا چراغ روشن ہے اللہ تعالیٰ ان کا سایہ عرصہ دراز تک قائم رکھے۔"[1]

---

[1] شاہ معین الدین احمد ندوی: معارف اعظم گڑھ ستمبر ۱۹۶۳ء ص ۲۰۱

مولانا سلطان محمود کھٹیالوی ؒ[1]

م ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء

آپ قصبہ کھٹیالہ ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔

ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی، قرآن مجید حفظ کیا، پہلوانی اور دیگر دیہاتی کھیلوں میں بھی حصہ لیتے رہے اپنے ماموں کی ترغیب پر تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوئے، مختلف اساتذہ سے مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں۔

اعلیٰ تعلیم

اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور شیخ الہند مولانا محمود حسن اور مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری ؒ سے تکمیل کرکے سند حاصل کی۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد مدرسہ فتح پور دہلی میں بطور صدر مدرس اور شیخ الحدیث اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ آپ نے کوئی ۲۵ سال کے قریب یہاں

---

[1] سوانح تذکرہ کے مواد کے سلسلہ میں مولانا صوفی عبدالحمید صاحب فاضل دیوبند نے شفقت فرمائی۔

تدریس کی۔

اسی دوران مولانا عبید اللہ سندھیؒ سے بھی استفادہ کیا۔ پھر اسی طرز پر تمام عمر قرآن مجید کی تفسیر پڑھاتے رہے۔ سینکڑوں حضرات نے آپ سے تفسیر اور حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ پھر مدرسہ خادم علوم نبوت کھڈیالہ ضلع گجرات میں بھی جب تک صحت نے اجازت دی تدریس حدیث و تفسیر جاری رکھی۔

تصنیفی خدمات

اگرچہ آپ کی عمر تدریس میں گزری، پھر بھی آپ کی چند قابل قدر تصانیف موجود ہیں۔

۱۔ شرح ابی داؤد (عربی) ۷ اجزاء غیر مطبوعہ
۲۔ تبلیغی دستور العمل (۱ ۔ ۱۱) مطبوعہ
۳۔ تفسیر سورۃ الفاتحہ ۔ "
۴۔ ضرورت رسالت (۱۔۲) "
۵۔ تحفۂ پاکستان ۔ "
۶۔ چودہ مسائل ۔ "
۷۔ تیرہ مسائل ۔ "
۸۔ سار دابل اور اسلام ۔ "
۹۔ الجہاد فی سبیل اللہ ۔ "

ان کے علاوہ بیسیوں مضامین اور قلمی ذخائر غیر مطبوعہ موجود ہیں جن کی اشاعت کا اہتمام آپکے فرزند مولانا محمد طیب صاحب کر رہے ہیں۔

کلامی خدمات

آپ ایک منجھے ہوئے مناظر بھی تھے۔ آریہ سماجیوں سے کئی کامیاب مناظرے کئے۔

صوفیانہ مسلک

آپ مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلفاء میں سے تھے۔

وصال

۱۳۰۵ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

اولاد

اولاد میں صرف ایک فرزند مولانا محمد طیب عالم ہیں جنہوں نے اکثر کتابیں اپنے والد صاحب سے اور دورۂ حدیث مولانا قاضی شمس الدین صاحب سے پڑھا ہے۔

پروفیسر احمد سعید لکھتے ہیں :۔

"تھانہ بھون کی حاضری کا واقعہ خود اپنے ایک دوست کو بیان فرمایا کہ "جب میں وہاں حاضر ہوا تو حکیم الامت قدس سرہ نے بڑی خندہ پیشانی اور تپاک سے میرے ساتھ ملاقات کی اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ "آپ میرے تمام وضع کردہ ضوابط و شرائط سے مستثنیٰ رہیں گے اور میرا آپ سے دوستانہ تعلق برقرار رہے گا" اور بیعت کی درخواست کرنے پر مجھ کو چاروں سلسلوں میں بیعت کر لیا اور ساتھ ہی بیعت کرنے کی اجازت بھی فرمادی"

مولانا سلطان محمود بڑے متبحر عالم اور فاضل اجل تھے ۔ نمود و نمائش سے دور بھاگتے تھے، بڑی خودداری سے زندگی بسر کرتے رہے . . . . . علم حدیث کے ساتھ آپ کو والہانہ عشق و محبت تھی، چنانچہ جب آپ دہلی سے اپنے قصبہ کٹھیالہ میں واپس تشریف لائے تو یہاں ایک دار العلوم جاری کیا" [۱]

---

[۱] ۔ پروفیسر احمد سعید : بزم اشرف کے چراغ : لاہور : ۱۹۷۵ء صفحہ ۱۱۵

مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ

۱۹۶۵ء

مجاز بیعت حضرت حکیم الامت تھانویؒ

مولانا عبدالرحمٰن کاملپوری کا سلسلہ نسب مشہور افغان قبیلہ یوسف زئی سے منسلک ہے، آپ کے آباؤ اجداد شرافت و دیانت پاکیزگی عمل اور دینداری میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے آپ کے والد حکیم مولانا گل احمد صاحب اپنے وقت کے مشہور طبیب ایک سنجیدہ عالم دین متورع متقی اور عبادت گزار انسان تھے۔

پیدائش

آپ کی پیدائش ۲۷۔ اگست ۱۸۸۲ء کو ضلع کیمبل پور میں ہوئی آبائی وطن کیمبل پور ہونے کی وجہ سے نسبت کیمبل پور ہونی چاہیئے تھی مگر یہ نسبت آپ کے نام سے مناسبت نہیں رکھتی تھی اس لئے کمال تقویٰ و علم کی وجہ سے کاملپوری نسبت مشہور ہوئی، حضرت حکیم الامت کی لطیفہ گوئی بذلہ سنجی اور لطافت طبع مشہور ہے آپ کے بارے میں اسی سبب فرمایا کرتے تھے کہ کاملپوری نہیں کاملپور سے ہیں بچپن ہی سے آپ میں خداترسی رحمدلی، خوش خلقی، سنجیدگی اور عابدانہ زندگی کا اثر نمایاں تھا تعلیم کا آپ کو بچپن سے شوق تھا، ماحول زراعت کا تھا، مگر آپ نے اس طرف توجہ نہ دی، قرآن مجید کی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی۔ مگر چونکہ گھر کے عیش و آرام کی وجہ سے بیہودگی میں مزید تعلیم مشکل تھی اس لئے آپ گاؤں کے قریب کسی جگہ حصولِ تعلیم کے متمنی تھے چنانچہ فارسی

عربی کی ابتدائی کتب کے لئے شمس آباد تشریف لے گئے صرف ونحو کی ابتدائی کتب مولانا فضل حق سے پڑھیں جو حاجی امداد اللہ صاحب اور مولانا رحمت اللہ صاحب کے شاگرد تھے اور پھر پنڈی سرہال تشریف لے گئے جہاں قاضی عبد الرحمٰن صاحب سے شرح جامی اور ملاحسن تک کتابیں پڑھیں اور پھر مکھڈ تشریف لے گئے جو اس وقت بہت بڑا علمی اور روحانی مرکز تھا یہاں مولانا حسن الدین صاحب وغیرہ اساتذہ سے منطق وفلسفہ کے اونچے درجہ کی کتب پڑھیں سرحد وپنجاب کے یکتا ومشہور اساتذہ سے فیض حاصل کرنے کے بعد آپ نے ہندوستان کا عزم کیا ہجری ۱۳۳۰ مطابق ۱۹۱۲ میں آپنے مظاہر العلوم میں داخلہ لے لیا اس زمانہ میں مظاہر العلوم میں مولانا خلیل احمد، مولانا عنایت علی، مولانا عبد الوحید اور مولانا عبد اللطیف مولانا محمد یحییٰ جیسے اکابر مدرسین موجود تھے دورۂ حدیث کی اکثر کتابیں آپنے مولانا خلیل احمد صاحب سے پڑھیں ۱۳۳۱ھ میں مظاہر العلوم سے سند الفراغ حاصل کی ہندوستان کے ایک علمی چشمہ سے سیرابی کے بعد آپ کی علمی تشنگی دور نہیں ہوئی بلکہ علم کی پیاس بجھانے کے لئے آپ کے دل میں یہ جذبہ پیدا ہوا کہ حضرت شیخ الہند کی خدمت میں حاضر ہو کر دورہ حدیث پڑھوں۔ آپ نے اپنے استاد مولانا خلیل احمد صاحب سے دیوبند میں حدیث پڑھنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے اس شرط پر اجازت دی کہ فراغت کے بعد تدریس مظاہر العلوم میں کرنی ہوگی۔ چنانچہ ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۹۱۴ء دار العلوم دیوبند میں دورۂ حدیث کی کتابوں میں داخلہ لیا۔ حضرت شیخ الہند کی تدریسی زندگی کا یہ آخری سال تھا۔ آپ نے حضرت شیخ الہند مولانا انور شاہ کاشمیری اور مولانا محمد احمد صاحب سے کتب احادیث پڑھیں مظاہر العلوم کی طرح دار العلوم دیوبند میں بھی آپ نے نمایاں کامیابی حاصل کی۔

تدریس

۱۳۴۳ میں مظاہر العلوم میں بحیثیت مدرس آپ کا تقرر ہوا ۱۳۴۴ھ میں جب مولانا خلیل احمد صاحب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ جا رہے تھے تو مولانا عبدالرحمن صاحب کو اپنی جگہ مدرسہ مظاہر العلوم کا صدر المدرسین مقرر فرمایا ۱۳۴۴ھ سے تقسیم ملک ۱۳۶۶ آپ نے اس عہدہ جلیلہ پر فائز رہتے ہوئے افادہ علمی جاری رکھا

سفر حج

قیام مظاہر العلوم کے دوران ۱۹۳۶ء میں آپ نے حج ادا کیا آپ کے ایک خصوصی شاگرد اور متوسل جناب مولانا محمود داؤد یوسف صاحب آپ کے رفیق سفر اور خادم خاص تھے ۔

مرشد اوّل کا انتخاب

آپ کو اپنی روحانی تسکین کے لئے دور جانے کی ضرورت نہ پڑی، طالب علمی کے آخری دور میں آپ نے مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا تھا جو صرف عالم ہی نہ تھے بلکہ شیخ طریقت اور آسمان روحانیت کے آفتاب تھے، آپ نے مولانا خلیل احمد صاحب سے بیعت کی ۔

مرشد ثانی

ہندوستان میں اس وقت حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ذات اقدس مرجع خاص وعام تھی چودھویں صدی میں اللہ تعالےٰ نے حکیم الامت سے

اس راہ میں اپنی دانائی وفراست کا وہ ثبوت دیا کہ حضرت حکیم الامت کی نگاہوں میں خاص مقام پا گئے اور آپ کی تربیت باطنی کی مراسلت بطور معیار نمونہ مکاتیب الرحمٰن کے زیر عنوان اشرف السوانح کا جزاو خود حکیم الامت کی ایماء سے بنادی گئی آپ کی اس باضابطہ تربیت اور کمال عقیدت اور کمال عبدیت وفنا کا نتیجہ تھا کہ ابھی تربیتی تعلق کے دو سال بھی پورے نہ ہونے پائے تھے اور ابھی اصلاحی مکاتیب کا سلسلہ جاری تھا کہ خلافت سے سرفراز فرما دئے گئے۔

تبدیلی احوال

حضرت حکیم الامت سے تعلق کے بعد آپ کی طبیعت یکسر تبدیل ہو گئی لیل ونہار کے نظام الاوقات میں انقلاب آگیا؛ معمولات میں فرق محسوس ہونے لگا، پہلے زیادہ تر وقت مطالعہ کتب میں خرچ ہوتا اب ذکر اللہ اور تدبر و تفکر میں بیشتر وقت صرف ہوتا تھا اگرچہ آپ کی پوری زندگی دینداری اور پرہیز گاری میں گزری تھی لیکن بادہ طریقت سے سرشار ہونے کے بعد آپ کی دینداری میں تقویٰ وورع کا اور بھی زیادہ گہرا رنگ پیدا ہو گیا، ذکر جلی اور خفی کا دور دورہ زیادہ ہونے لگا طبیعت میں خاموشی پہلے سے تھی مگر اب سراپا سکوت بن گئے خلوت بہ نسبت جلوت پہلے کے اب زیادہ محبوب ہو گئی۔

مکاتیب الہامیہ

آپ نے جس رفتار اور جس ترتیب واخلاص سے سلوک کے منازل طے کئے اور جس قدر سرعت سے مراتب عالیہ پر فائز ہوئے تاریخ تصوف وسلوک میں اس کی مثال کم ملے گی حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں "مولانا عبدالرحمٰن کاملپوری نے بہت اچھی طرح باقاعدگی سے سلوک کی منازل کو طے کیا ہے"، آپ نے جو گرانقدر مکاتیب

تجدید دین کا کام جس عظیم الشان طریق پر لیا وہ اہل نگاہ سے پوشیدہ نہیں آپ بھی کسی ایسے ہی جامع شیخ کی تلاش میں تھے قلب و نظر نے حضرت تھانویؒ کی طرف ایسی جاذبیت اور کشش محسوس کی جو بعد میں رجوع پر منتج ہوئی حضرت حکیم الامت کی طرف رجوع کرنے کے بعد آپ نے اصلاح و تزکیہ کو مدنظر رکھتے ہوئے تخلیہ اور تحلیہ کی طرف توجہ فرمائی آپ نے ۳۰ جمادی الآخر ۱۳۴۷ھ کو حضرت تھانوی کی خدمت میں پہلا مکتوب ان الفاظ میں تحریر کیا۔

"احقر کا ارادہ حضرت اقدس کے سلسلے میں داخل ہو کر ذکر و اذکار کرنے کا حسب تجویز اقدس ہے لہٰذا گزارش ہے کہ بندہ کے مناسب حال جو حضرت تجویز فرمائیں گے انشاء اللہ اہتمام کے ساتھ عمل کروں گا حضرت حکیم الامتؒ نے اس تعلق کو منظور فرمایا اور آپ کے علمی مقام کو ملحوظ رکھتے ہوئے کمال تواضع سے فرمایا کہ:۔

"گو میں حضرات اہل کمال کی خدمت کی اہلیت نہیں رکھتا لیکن تاہم خدمت سے عذر نہیں"۔

تھانہ بھون میں پہلی حاضری

حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے اصلاحی تعلق قائم ہونے کے بعد سب سے پہلے جب آپ نے تھانہ بھون حاضر ہونے کی درخواست کی تو حضرت حکیم الامت نے اجازت دیتے ہوئے یہ مصرعہ جواب میں تحریر فرمایا

کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانہ تست

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ کو آپ سے کیسا انس و تعلق تھا آپ کا حضرت مولانا سے تعلق عجیب تھا۔ جب آپ نے سلسلہ میں داخل ہونے کی درخواست کی اور اصلاح و تربیت کا آغاز ہوا تو آپ کو نہ کسی دوسرے خلیفہ کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا اور نہ تعدادِ مکاتیب کی قید رکھی، اور آپ نے بھی

حضرت حکیم الامت کی خدمت میں لکھے وہ اپنے سوالات و مندرجات کے اعتبار سے اس قدر رفیع تھے کہ خود حضرت حکیم الامتؒ نے ان کے جوابات کو الہامی فرمایا' مولانا ظہور الحسن فرماتے ہیں کہ حضرت تھانوی نے ایک بار فرمایا مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری کے مکاتیب محفوظ کر لئے جائیں کیونکہ انہوں نے مجھ سے ایسے سوالات کئے ہیں کہ ان کے جوابات میرے قلب پر من جانب اللہ القاء ہوئے" اس متاع گراں مایہ کی قدر دانی کا نتیجہ یہ نکلا کہ اشرف السوانح میں حضرت حکیم الامت کے ایماء سے آپ کے مکاتیب کو مکتوبات عبادۃ الرحمٰن کے عنوان سے من وعن شامل کیا' خواجہ صاحب نے اشرف السوانح میں انموذج المکتوبات کے تمہیدی نوٹ میں اس کا اظہار فرمایا ہے۔

خلافت سے سرفرازی

بیعت کے بعد خلافت مل جانا کوئی بڑی بات نہیں اور عموماً ایسا ہی ہوتا ہے مگر بیعت سے قبل خلافت سے سرفراز ہونا واقعی کمال عبدیت اور راہ معرفت سے واقفیت کی دلیل اور طریقت وسلوک میں ایک نادر مثال ہے حضرت حکیم الامت کے خلفاء میں صرف آپ کو ہی یہ شرف حاصل ہے کہ آپ کو بیعت سے قبل ہی خلافت سے نوازا گیا اور اس کے ایک ماہ بعد یعنی جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ کو ہوا ربیع الثانی ۱۳۴۹ء میں خلافت سے نوازا گیا اور اس کے ایک ماہ بعد یعنی جمادی الاولیٰ ۱۳۴۹ھ میں موصوف نے بیعت کی درخواست کی خلافت کی اطلاع دینے کے لئے حضرت تھانوی قدس سرہٗ کی جانب سے مندرجہ ذیل خط تحریر کیا گیا ہے۔

"مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری سلمہ اللہ تعالےٰ السلام علیکم بے ساختہ قلب پر وارد ہوا ہے کہ آپ کو مع دوسرے بعض احباب کے بیعت وتلقین

کی اجازت دوں پس توکلاً علی اللہ تعالےٰ اس وارد پر عمل کرنے کے لئے آپ کو اطلاع دیتا ہوں اگر کوئی طالب حق آپ سے اس کی درخواست کرے تو قبول فرمالیں اس سے متعلم کے ساتھ معلم کو بھی نفع ہوتا ہے میں بھی دعا کرتا ہوں اور اپنے خاص محبین پر اس کو ظاہر بھی فرما دیجئے

والسلام ! بندہ اشرف علی از تھانہ بھون ! حضرت حکیم الامت کو جو اعتماد حضرت مولانا صاحب پر تھا اس کا اندازہ یوں لگایا جا سکتا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ مولانا کاملپوری نہیں کامل پورے ہیں اور بقول مولانا منظور نعمانی بیعت ہونے والے اکثر علماء و فضلاء کو حضرت قدس سرہٗ تربیت کے لئے حضرت کاملپوریؒ ہی کے سپرد فرماتے تھے۔

شیخ سے عشق

آپ کو اپنے شیخ سے انتہائی محبت تھی مگر عشق و محبت کے ساتھ ہوش اور حزم و احتیاط کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے' مولانا محمود یوسف صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ جب حکیم الامت کا انتقال ہوگیا اور میں تھانہ بھون میں حاضر ہونے کے لئے سہارنپور پہنچا حضرت استاذ اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا مجھے اچھی طرح اس بات کا احساس تھا کہ حضرت استاذ کی طبیعت پر کافی اثر ہے۔

تھانہ بھون سے واپسی پر حضرت قدس سرہٗ کی ایک کرامت جس کو بعض حاضرین نے عین وفات کے وقت مشاہدہ کیا تھا بطور تذکرہ حضرت استاذ کے سامنے بیان کیا تو فرمانے لگے کہ شیخ اس کا چرچا مت کرو ہم لوگ تو حضرت اقدس کے بارے میں اس سے بھی زیادہ عقیدتمند ہیں مگر خواہ مخواہ نکتہ چین لوگ اس پر تبصرہ کریں گے جس کو سن کر

کوفت ہو گی ۔

وطن واپسی

۱۹۴۷ء میں آپ بہبودی تشریف لائے اور وہاں سے مدرسہ خیر المدارس ملتان تشریف لے گئے، جہاں تین سالہ قیام کے دوران ۱۰۸ طلبا آپ سے علوم حدیث کی سند حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے ۱۹۴۹ء میں جامعہ عباسیہ بہاولپور کی طرف سے شیخ الفقہ کے عہدہ پر آپ کو دعوت دی گئی مگر آپ نے وہاں جانا منظور نہیں فرمایا شوال ۱۳۶۹ھ سے شعبان ۱۳۷۲ھ تک دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈو الہ یار میں تین سال قیام فرمایا بعد میں وطن واپس تشریف لے گئے ۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۶۵ء کو آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتوی نے نماز جنازہ پڑھائی (تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو تجلیات رحمانی مرتبہ قاری سعید الرحمٰن صاحب جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ راولپنڈی صدر)

۴۴۴

مولانا شیر محمد شاہ سندھی مہاجر مدنیؒ

۱۳۰۰ - ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء

آپ گھوٹکی ضلع سکھر کے رہنے والے ہیں۔ وہیں ۱۳۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔ آپکے والد سید محمد عارف شاہ صاحب فارسی کے مضبوط عالم اور بہت نیک آدمی تھے۔

آپ نے اول سے آخر تک تمام تعلیم سندھ میں ہی حاصل کی، پھر زمینداری کے کام میں لگ گئے۔ ساتھ ہی علوم دین کی خدمت میں لگے رہے، محبت رسولؐ میں بے قرار رہتے تھے، اپنے ایک عزیز کو کہا کرتے تھے کہ "حبیب اللہ! دعا کرو کہ حضورؐ کے قدموں میں سو جاؤں مجھے ادھر چین نہیں آتا"

بالآخر مدینہ منورہ ہجرت کی اور زندگی کے آخری ۱۴ سال دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں گزارے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور تکمیل سلوک کے بعد "مجاز بیعت" ہونے کی سعادت آپکو ملی۔

آپ کی تصانیف میں "جدید مکمل و مدلل زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک" ہے۔ مؤلفِ کتاب بقول مولانا محمد بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنی، مسائل حج کے بہترین عالم بلکہ امام ہیں، اور آپ کی یہ کتاب موجودہ دور میں اردو زبان میں حج و زیارت کے مسائل کی وضاحت و تفصیل کے لئے نہایت عظیم الشّان خدمت ہے، ہر دور کے مصنفین و فقہا و محدّثین نے مناسکِ حج و مسائل زیارت میں مستقل تصانیف کی ہیں جن میں سے "حیات القلوب فی زیارۃ المحبوب" محدّث محمد ہاشم سندھی "لباب المناسک والمسلک الکبیر" محدث شیخ رحمت اللہ صاحب سندھی مہاجر کیؒ (تلمیذ ابن ھمام)، "غنیۃ المناسک" مصنفہ محدث مولانا

حسین شاہ مہاجر مکی (تلمیذ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ) کو خاص اہمیت و مرتبہ حاصل ہے۔ یہ تو عربی زبان کی کتابوں کا ذکر تھا۔ اردو میں حضرت قطب الارشاد مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کی کتاب "زبدۃ المناسک" اگرچہ مختصر اور حجم میں صغیر ہے، لیکن یہ بہترین مجموعہ مستند مسائل کا ہے۔

مولانا شیر محمد صاحب نے ان سب کتابوں کا لب لباب پیش کیا ہے اور پوری بسط و تفصیل سے تمام مناسکِ حج، اور آداب زیارت و قیام مدینہ طیبہ بیان کئے ہیں۔ کتابوں سے دلائل و عبارات بھی حوالوں کے ساتھ نقل کی ہیں، جس سے کتاب کی افادیت میں گرانقدر اضافہ ہوگیا ہے۔

غرض کتاب مذکور حجاج و زائرین کے لئے ایک کامل و مکمل دستور العمل اور فقہ کی بڑی بڑی کتابوں سے بے نیاز کر دینے والا علمی گلدستہ ہے ... ہماری نظر میں پوری کتاب نہایت مفید اور حجاج کے لئے بہترین رہبر و رہنما ہے، اور اس قابل ہے کہ نہ صرف عازمین حج بلکہ تمام علم دوست مسلمان بھی اس کو خرید کر پڑھیں اور مستفید ہوں۔

مؤلف کتاب و ناشر مولوی غلام محمد یوسف صاحب نورگت (ضلع سورت) اس اہم علمی مفید کتاب کی تالیف و اشاعت پر امت مسلمہ کے شکر و سپاس کے مستحق ہیں۔[1]

کتاب کی دو جلدیں ہیں اور ۴۹۴ صفحات ؎۔

۱۲۸۶ھ میں آپ نے مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔[2]

---

[1] ۔ مولانا سید احمد رضا بجنوری : تنقید و تبصرہ : دار العلوم دیوبند فروری ۱۹۴۲ء ص ۴۱

[2] ۔ پروفیسر احمد سعید : بزم اشرف کے چراغ لاہور : ۱۹۷۵ء، صفحہ ۵۲

مولانا عبدالحمید الہرمزی وزیرستانی[1]

۱۳۱۰ — ۱۳۸۶ھ

۱۸۹۲ — ۱۹۶۶ء

آپ ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء کو ہرمز" ڈاک خانہ "میر علی" نارتھ وزیرستان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ کے علماء سے حاصل کی، پھر کچھ عرصہ تک پشاور میں بھی پڑھتے رہے۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء کو داخلہ لیا اور ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۸ء کو علامہ انور شاہ کشمیریؒ، مولانا میاں اصغر حسین اور مولانا محمد رسول خاں ہزاروی سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔

فراغت کے بعد چھ ماہ تک خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی خدمت میں رہے۔

---

[1] ۔ سوانحی تذکرہ کا مواد محمد حکیم ایم، اے لیکچرار اسلامیات گورنمنٹ کالج کوہاٹ سے لیا گیا ہے۔

۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۹ء کو واپس وطن آئے، ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء میں شادی ہوئی۔
۱۳۴۰ھ/۱۹۲۲ء میں دوبارہ تھانہ بھون حاضری دی اور تکمیل سلوک کے
بعد خلافت سے نوازے گئے[1] پھر وطن آکر تمام عمر اصلاحِ رسوم اور تبلیغ و تدریس
میں گزار دی۔
ذریعہ معاش کاشتکاری تھا، مگر تدریس میں ذریعہ معاش حائل نہ ہو سکا۔

وصال

۱۵ ماہ کی علالت کے بعد ۲۲ جمادی الاُخریٰ ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء کو آپ
کا وصال ہوا۔

اولاد

اولاد میں دو فرزند ہیں ایک کا نام محمد اسماعیل ہے۔[2]

تصانیف

تصانیف میں چند رسائل غیر مطبوعہ ہیں۔[3]

---

[1] ۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوب : اشرف السوانح : ج ۴ صفحہ ۱۳۵ تا ۱۳۸
و مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری : تذکرہ مشائخ دیو بند مطبوعہ کراچی ۱۹۶۴ء
ص ۳۲۴

[3] ۔ تصانیف کے نام بھی نہ معلوم ہو سکے [تحقیق کے باوجود]

اصلاحِ خلق

اصلاحِ باطن کا کام بھی جاری رہا، کئی حضرات[۴۴] نے آپ سے تکمیل کر کے خلافت حاصل کی۔

خلفاء:

آپ کے خلفاء میں درج ذیل حضرات کے ہی نام معلوم ہو سکے ہیں۔

۱۔ خیال محمد۔

۲۔ مولوی دیوبند عبداللہ۔

۳۔ شیر محمد

۴۔ صوبیدار محمد دین۔

۵۔ محمد حکیم ایم اے۔

۴۴۔ آپ کے خلفاء میں "خیال محمد" مولوی دیوبند عبداللہ، شیر محمد، صوبیدار محمد دین، محمد حکیم ایم۔ اے خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

مولانا شاہ وصی اللہ رح

۱۸۹۷ ۱۹۶۷ء

آپ ۴ ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۷ء کو فتح پور رنجا (انڈیا) کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ۱۲ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا، عربی و فارسی کی ابتدائی کتابیں علاقہ کے علماء سے پڑھیں۔

اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۳۲۸ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور مختلف علوم و فنون کی تکمیل کر کے ۱۳۳۵ھ میں قائم مقام صدر مدرس حضرت مولانا سید محمد انور کشمیری رح سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا غلام رسول بفوی ہزاروی، مولانا محمد رسول خان ہزاروی، مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری اور مولانا شبیر احمد عثمانی کے نام بھی آتے ہیں۔

طالب علمی کے زمانہ میں ہی حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رح کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل تھا۔ فراغتِ تعلیم کے بعد خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں حضرت کے زیر تربیت رہ کر منازلِ سلوک طے کیں اور چاروں سلسلوں میں مجاز بیعت بنا دیئے گئے۔

فتح پور کے عرصۂ قیام میں قرب وجوار کے علاوہ دوسرے علاقوں کے لوگ بھی آپ سے استفادہ کرتے رہے۔ اس کے بعد گھورکھپور تشریف لے گئے یہ مقام بھی ایک دینی اور روحانی مرکز بن گیا، اس کے بعد الہ آباد منتقل ہو گئے، وہاں بھی قبولیت عام حاصل رہی زندگی کے آخری سال بمبئی میں گزرے، وہاں بھی اللہ اللہ کا سلسلہ جاری رہا، اہل بمبئی نے خوب خوب استفادہ کیا۔ حضرت تھانوی کے بعد حضرت مفتی محمد حسن رح اور آپ کی مجلس کی خاص تاثیر تھی۔

وصیتہ السالکین، وصیتہ الاخلاص، وصیتہ الاخلاق اور توقیر العلماء یادگار ہیں۔

۲۲، نومبر ۱۹۶۷ء کو سفرِ حج پر روانہ ہوئے ۲۵، نومبر ۱۹۶۷ء کو جہاز پر ہی آپ کا وصال ہُوا۔ اور سمندر کے حوالے کر دیئے گئے۔

مولانا قاری محمد طیب قاسمی لکھتے ہیں:۔

"آپ دارالعلوم دیوبند کے ممتاز علماء اور شیوخ میں سے ہیں، حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے اجل خلفاء میں سے ہیں۔ آپ کا طرزِ اصلاح و تہذیبِ نفس ہوبہو حضرت تھانویؒ کی طرح ہے۔ پہلے اعظم گڑھ میں پھر شہر گورکھپور میں اور اس وقت الہ آباد شہر میں آپ نے اپنی خانقاہیں قائم فرمائی ہیں۔ بڑے بڑے ذی علم اور صاحبِ جاہ و ثروت حضرات کی اصلاح آپ کے ذریعہ ہوئی اور ہو رہی ہے۔ ہزاروں بندگانِ خدا کو روحانی فیض پہنچ رہا ہے اور یہ خطہ آپ کے وجود با جود سے روحانیت سے بہرہ اندوز ہو رہا ہے"۔ [1]

مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی تحریر فرماتے ہیں:۔

"حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نے (فتح پور تال نرجا، ضلع (اعظم گڑھ) ۱۳۳۷ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل

---

[1] ۔ مولانا قاری محمد طیب: تاریخ دارالعلوم دیوبند؛ دیوبند: ۱۹۶۵ء: صفحہ ۷۴۔

کی تھی، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ ارشد تھے۔ ابتداء میں کچھ دنوں مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں درس دیتے رہے، بعد میں متوکلاً علی اللہ ارشاد وہدایت کے لئے گوشہ نشین ہو گئے۔ بہت سے لوگ ان کی تعلیم سے ذاکر و شاغل ہوئے، کچھ دنوں کے لئے فتح پور سے گورکھپور منتقل ہو گئے تھے، وہاں سے الہ آباد جاکر قیام فرمایا اور وہیں خانقاہ تعمیر کرائی، ۱۴۰۷ھ میں حج کے لئے جا رہے تھے کہ راستے ہی میں وقت موعود آپہنچا۔

آپ کی زندگی ہی میں ایک ماہوار رسالہ "معرفت حق" کے نام سے نکلنا شروع ہوا تھا۔ اس میں آپ کے ارشادات طبع ہوتے تھے رسالہ اب بھی الہ آباد سے نکل رہا ہے۔ [۱]

---

[۱] ۔ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی: مکتوبات بنام من: ۱۹۷۷ء صفحہ ا

صوفی شہاب الدین میرٹھی

۱۸۹۵ء — ۱۹۷۰ء

آپ ۱۸۹۵ء کو محلوالہ ضلع میرٹھ میں پیدا ہوئے۔

عربی تعلیم قصبہ شاہجہان پور میں حافظ فتح محمد خان سے حاصل کی۔ پھر شملہ میں اپنے بھائی سے خیاطی کا کام سیکھ کر انگریزی کمپنیوں میں ۱۹۳۱ء تک کام کرتے رہے۔ ۱۹۳۴ء میں قصبہ کٹھور میں مکان خرید کر وہیں سکونت اختیار کرلی۔ وہاں خلاف شریعت رسوم کے خلاف جہاد کیا اور لوگوں کو راہِ سنت اختیار کرنے کی تلقین کرتے رہے۔ اس علاقہ کی کایا پلٹ دی۔

آپ کو فقہی مسائل پر کافی عبور تھا۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے ہاتھ پہ بیعت ہوئے اور خلافت سے سرفراز کئے گئے۔

آخر میں زیادہ وقت مطالعہ اور ملاقات کے لئے مخصوص ہو گیا تھا۔

آپ نے تین حج کئے۔

۲۰ اگست ۱۹۷۰ء کو وصال ہوا۔[1]

— :: —

[1] مواد "بزمِ اشرف کے چراغ" سے ماخوذ ہے مگر الفاظ اپنے ہیں۔

مولانا خیر محمد جالندھری

۱۸۹۵ — ۱۹۷۰ء

آپ الٰہی بخش ولد خدا بخش کے فرزند تھے۔ قوم آرائیں تھی۔ ۱۸۹۵ء کو عمروال بلہ تحصیل نکودر ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے ماموں میاں شاہ محمد صاحب سے حاصل کی ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں مدرسہ رشیدیہ نکودر میں فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، پھر ۱۳۲۴ھ میں مدرسہ صابریہ رائے پور گوجراں ضلع جالندھر میں داخلہ لیا اور ۱۳۲۸ھ تک مولانا فضل احمد اور مولانا فقیر اللہ سے پڑھتے رہے اسی طرح مولانا سلطان احمد سے بھی چند کتابیں پڑھیں۔ ازاں بعد مدرسہ منبع العلوم گلاوٹی میں داخلہ لیا اور مولانا غلام نبی ہزاروی، مولانا کریم بخش اور مولانا محی الدین سے مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھیں۔ پھر ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء میں مدرسہ اشاعت العلوم بریلی میں داخلہ لیا اور ۱۳۳۵ھ میں فراغت حاصل کی اور مولانا محمد احمد قاسمی کے ہاتھوں سند فراغ و سندِ تکمیل عطا ہوئی۔

یہاں کے اساتذہ میں مولانا محمد لسبین، مولانا عبدالرحمٰن سلطان پوری، مولانا سلطان احمد پشاوری اور مولانا سلطان احمد بریلوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

تدریس ۱۳۳۵ھ میں اسی مدرسہ میں متوسط کتابیں پڑھائیں، پھر منڈی صادق گنج بہاولپور میں ۱۳۳۶ھ تا ۱۳۴۵ھ بحیثیت صدر مدرس کئی بار مکمل نصاب کی تدریس کی، پھر مدرسہ فیض محمدی جالندھر میں ۱۳۴۶ھ سے ۱۳۴۹ھ تک حدیث پڑھاتے رہے۔

پھر ۹ اشوال ۱۳۴۹ھ / ۹ مارچ ۱۹۳۱ء کو جالندھر شہر میں "خیر المدارس" کی بنیاد رکھی اور وہاں قیامِ پاکستان تک دورۂ حدیث کی کتابیں پڑھاتے رہے۔

۱۵ ذیقعدہ ۱۳۶۶ھ / ۸ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو ملتان شہر میں "خیر المدارس" کی نشاۃِ ثانیہ کا آغاز ہوا اور تادمِ آخر تدریسی خدمات جاری رہیں۔ آپ کے تلامذہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔

حضرت تھانوی کی خدمت میں

شوال ۱۳۴۲ھ / مئی ۱۹۲۴ء کو تھانہ بھون میں حضرت تھانویؒ کی خدمت میں پہلی بار حاضری کی سعادت ملی اور پھر یہ سلسلہ حضرت تھانوی کے وصال ۱۶/۱۷ رجب ۱۳۶۲ھ / ۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء ۱۱ بجے شب بروز منگل تک جاری رہا۔

آپ کی پہلی بیعت حضرت حافظ محمد صالحؒ کے ہاتھ پر ہوئی، پھر ۹ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ / یکم جولائی ۱۹۲۵ء کو بعد نمازِ مغرب لیلۃ العید الاضحیٰ مسجد خانقاہ امدادیہ میں حضرت تھانویؒ کے ہاتھ پر چاروں سلسلوں نقشبندیہ سہروردیہ چشتیہ اور قادریہ میں بیعت کی اور ۱۷ رجب ۱۳۴۷ھ / ۲ دسمبر ۱۹۲۸ء کو حضرت تھانویؒ نے آپکو بیعت و تلقین کی اجازت عطا فرمائی۔

آپ نے درس و تدریس کے ساتھ اس سلسلہ کو کافی آگے بڑھایا، ایک مرتبہ آپ اپنے چند دوستوں کے ساتھ خانقاہ امدادیہ میں حاضر ہوئے تو انہیں آتا دیکھ کر حضرت تھانوی نے فرمایا "انجن تو چھوٹا سا ہے مگر گاڑیاں بہت سی کھینچے لا رہا ہے"!

حضرت تھانویؒ نے آپکا تصنیف کردہ رسالہ "خیر الاصول فی حدیث الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" اپنے ہاں داخلِ نصاب کر رکھا تھا۔ اس کے علاوہ "خیر الافادات" اور مشکوٰۃ شریف کی شرح آپکی قابلِ قدر تصانیف ہیں۔

"حضرت مولانا خیر محمد صاحب کا حادثۂ انتقال

پاکستان سے یہ رنجدہ اطلاع ملی کہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ نے ۲۲ اکتوبر ۱۹۷۰ء کو ملتان میں انتقال فرمایا۔ حضرت مولانا دارالعلوم کے سلسلہ کے قدیم فاضل دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کے سابق رکن، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز اور پاکستان کے ایک مبصر معتمد علیہ اور ذمہ دار عالم تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کی ذات میں علم و فضل، زہد و قناعت اور دین و دیانت کی اعلیٰ صلاحیتیں جمع فرمائی تھیں، عرصۂ دراز تک غیر منقسم ہندوستان کے صوبہ پنجاب کے شہر جالندھر میں مدرسہ "خیر المدارس" قائم فرما کر اپنی درسی صلاحیتیں اور مرشدانہ ہدایتوں سے ہزارہا مسلمانوں کو فیضیاب فرماتے رہے۔ پاکستان بننے کے بعد آپ نے ملتان میں "خیر المدارس" کا احیاء فرمایا جو پاکستان کی ایک مرکزی درسگاہ بن گئی اور آپ دیوبندی مکتبِ فکر کی ایک نمایاں مثال بن گئے۔ دارالعلوم نے حضرت مولانا کے حادثۂ رحلت کی اطلاع رنج و غم کے ساتھ سُنی، مولانا کے فرزندِ رشید مولانا رشید احمد جالندھری کو تعزیتی پیغام ارسال کیا اور دارالعلوم میں ختم کا انتظام کیا گیا۔" [1]

قطعۂ تاریخ وفات حضرت مولانا خیر محمد صاحب بانی خیر المدارس ملتان شہر [2]

وفات جس کی ہے بیشک وفات علم و عمل ::: یہ کیسی ہستی بے مثل کھو گئی تاریخ
سرِ الم سے پکارا جو آج ہاتف نے ::: وفاتِ خیر محمد ہی ہو گئی تاریخ
۱۳۹۰ھ

[1] مولانا قاری محمد طیب: رودادِ عمل دارالعلوم دیوبند ۱۳۹۰ھ ص ۳۰۲
[2] مولانا مفتی محمد شفیع: کشکول کراچی ص ۲۹۰
: فیوض الرحمٰن ڈاکٹر: مشاہیر علماء: لاہور ۱۹۷۶ء ج ۴ ص ۲۲۳ - ۲۳۵

مولانا محمد رسول خان ہزاروی[1]

۱۸۷۱ ـــــ ۱۹۷۱ء

آپ اصلاً "بانیان" علاقہ "ٹکڑی نندھیاڑ" ضلع ہزارہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد مولوی محمود علی خان بن محمد گل خان نے 'بانیان' کی سکونت ترک کر کے "اچھڑیاں[1]" ڈاک خانہ حاجی آباد تحصیل مانسہرہ ہزارہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ آپ قوم سواتی نزدوڑ (پٹھان) سے تعلق رکھتے تھے۔

آپ کی ولادت "بجنہ" علاقہ پکھلی مانسہرہ میں ہوئی جب کہ آپ کے والد صاحب وہاں رہتے تھے[2]

ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ کے علماء سے حاصل کی۔ پھر سکندر پور ہری پور ہزارہ میں مولانا احمد فاضل ہزاروی سے پڑھتے رہے، ازاں بعد بھوئی گاڑ (کیمبل پور) میں بھی کچھ عرصہ تعلیم حاصل کی۔

اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، پہلے تین سال میں موقوف علیہ کی تکمیل کر کے ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء کو حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب

---

[1] ۔ یہ مواد اپنی مرتبہ "سوانح حضرت مولانا محمد رسول خان ہزارویؒ" سے لیا گیا ہے۔ [2] مولانا عبدالمتین فاضل دیوبند ساکن بانیان کی روایت ہے (جو آپ کے رشتہ داروں میں سے ہیں)۔

سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔[1]

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد چند مدارس میں تدریس کی۔ آخر میں مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ میں پانچ سال تک تدریسی خدمات انجام دیں۔

۱۳۳۳ھ/۱۹۱۵ء کو دارالعلوم دیوبند میں بطور "مدرس اعلیٰ" آپ کا تقرر ہوا۔ اور ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۴ء تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں[2]

دارالعلوم میں مدت تدریس ۲۱ بنتی ہے۔

مولانا محمد احمد لکھتے ہیں :۔

"مولوی صاحب زمانہ وسطیٰ کے فارغ التحصیل حضرات میں سے ہیں، بعد فراغت تحصیل علوم چند مدارس میں رہے، اب آخر میں چند سال سے میرٹھ صدر بازار کے عربی مدرسہ میں مدرس تھے اور آپ کی وجہ سے مدرسہ نہایت رونق پر تھا۔ اسی سال یعنی ۱۳۳۳ھ میں ان کو یہاں بلایا گیا۔

مولوی صاحب ایک جامع معقول و منقول اور نہایت تجربہ کار، بااستعداد، صالح و متدین شخص ہیں۔

سب علوم مستحضر ہیں، تقریر نہایت صاف اور طرز بیان مؤثر و دل آویز ہے۔ طلبہ ان سے خوش رہتے ہیں۔ غرض دارالعلوم کے ممتاز مدرسوں

---

[1] ۔ فہرست فضلائے دیوبند ہزارہ (قلمی صفحہ ۲)

[2] ۔ مولانا قاری محمد طیب قاسمی تاریخ دارالعلوم دیوبند: مطبوعہ جون ۱۹۶۵ء دیوبند صفحہ ۱۱۱ عدد : ۶۴ :

میں ہیں"۔ مولانا محمد احمد قاسمی روداد دارالعلوم ص۔)۔

سر محمد شفیع کی درخواست پر دارالعلوم دیوبند سے پنجاب یونیورسٹی اورنٹیل کالج لاہور میں ۲۹ رمئی ۱۹۲۵ء کو آپ کا تقرر ہوا اور بیس سال کی تدریس کے بعد ۱۹۵۴ء میں سبکدوش ہوئے[1]

آپ کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ "مولانا محمد رسول خان، فاضل دیوبند، صدر مدرس عربی ۱۹۲۵ء ۔ ۱۹۵۴ء عربی زبان و ادبیات کے فاضل محمد رسول خان موضع ٹکری[2] (یاغستان) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی دینی تعلیم و تربیت یاغستان کی مساجد میں حاصل کی، یہ علاقہ انگریزی عہد میں آزاد قبائلی علاقہ کہلاتا تھا۔ تحریک خلافت[3] کے زمانے میں مولوی رسول خان دیوبند پہنچے اور مدرستہ العلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کرتے رہے تکمیل تعلیم کے بعد[4] مولانا محمد رسول خان مدرستہ العلوم میں ہی معلم مقرر ہو گئے۔ ۲۹ رمئی ۱۹۲۵ء کو ان کا تقرر اورینٹل کالج میں بحیثیت صدر مدرس عربی ہوا۔ ۔ ۔ ۔ ۔

---

[1] ۔ ڈاکٹر وحید قریشی : اساتذہ اور ریسرچ سکالروں کی فہرست اورنٹیل کالج لاہور مطبوعہ ۱۹۷۰، صفحہ ۱۵، عدد ۱۹ :

[2] ۔ ٹکری کسی گاؤں کا نام نہیں بلکہ ایک علاقہ کا نام "ٹکری نندھیاڑ" ہے ۔ آپ کے آبائی گاؤں کا نام "بانیان" ہے ۔

[3] ۔ آپ کا سالِ فراغت دیوبند ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء ہے، تحریک خلافت کا زمانہ ۱۹۲۰ء کا زمانہ ہے ۔

[4] ۔ اس فقرے سے ظاہر ہوتا ہے کہ فراغت کے فوراً بعد آپنے دارالعلوم دیوبند میں تدریس شروع کر دی تھی حالانکہ یہ درست نہیں ۔

مولانا رسول خان تقریباً بیس سال تک اورینٹیل کالج میں درس و تدریس کی خدمات انجام دیتے رہے۔ ستمبر ۱۹۵۴ء میں سبکدوش ہوئے۔ سبکدوشی کے بعد مولانا رسول خان جامعہ اشرفیہ لاہور میں شیخ التفسیر مقرر ہوئے اور تا حال یہ خدمات انجام دے رہے ہیں۔" لے

حضرت مولانا مفتی محمد حسن ؒ کی درخواست پر جامعہ اشرفیہ لاہور میں پہلے جز وقتی تدریس کرتے رہے، کالج سے سبکدوش ہونے کے بعد جامعہ اشرفیہ میں مستقلاً تدریس پہ مامور ہوئے اور زندگی کے آخری لمحات تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔

وصال

جامعہ اشرفیہ کی شعبان کی چھٹیوں میں "اچھڑیاں" آئے، یکم رمضان ۱۳۹۱ھ کو آپ بیمار ہوئے اور ۴ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ بروز پیر، ۲۵ راکتوبر ۱۹۷۱ء کو ۱۱ بج کر ۷ منٹ پر فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ پڑھتے ہوئے آپ کا وصال ہوا۔

جرائد و مجلات میں تعزیتی اداریے اور نوٹ شائع ہوئے، بعض رسائل میں مرثیے بھی شائع ہوئے۔

خبر وصال

شیخ الحدیث مولانا رسول خاں انتقال کر گئے۔ مرحوم کو آج اچھڑیاں میں

لے۔ ڈاکٹر غلام حسین: تاریخ یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور؛ مطبوعہ لاہور ۱۹۶۲ء، صفحہ ۱۷۰، ۱۷۹؛ ڈاکٹر شیر بہادر: تاریخ ہزارہ صفحہ ۶۶۵

میں سپرد خاک کیا جائے گا۔

لاہور کے جامعہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا رسول خان اپنے آبائی گاؤں تحصیل مانسہرہ کے موضع "اچھڑیاں" بفہ میں وفات پاگئے ہیں۔

جماعتِ اسلامی کے بانی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے کہا کہ "مولانا رسول خان نے تمام عمر دین کی خدمت کی اور ان کے شاگرد بڑے بڑے جید علماء ہیں۔" [1]

کئی جرائد و مجلات نے دل کھول کر تعزیتی اداریے، نوٹ اور مرثیے شائع کیے۔ [2]

فَاتَ شَیْخٌ (۱۳۹۱ھ) فَاتَ فَیْضُکَ (۱۳۹۱ھ) فَاتَ فَضْلٌ (۱۳۹۱ھ) سے تاریخہائے وصال نکالی گئی ہیں۔

صوفیانہ مسلک

پہلی بیعت حضرت شیخ الہندؒ کے ہاتھ پر ہوئی، دوبارہ مولانا اشرف علی سے تعلق قائم ہوا۔ انہی سے روحانی اسباق کی تکمیل کی۔

---

[1] روزنامہ جنگ ۲۶ر اکتوبر ۱۹۷۱، راولپنڈی صفحہ ۱۔ [2] ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک: ماہ رمضان ۱۳۹۱ھ، اداریہ، "بینات" کراچی: ماہنامہ: شوال ۱۳۹۱ھ اداریہ؛ "تعلیم القرآن: ماہنامہ: راولپنڈی: نومبر ۱۹۷۱، اداریہ، الارشاد: ماہنامہ: کیمبلپور رمضان وشوال ۱۳۹۱، صفحہ ۲: اداریہ؛ انوار مدینہ: ماہنامہ: لاہور رمضان وشوال اداریہ، البلاغ: کراچی؛ ماہنامہ؛ شوال ۱۳۹۱ھ: اداریہ: وماہ جون ۱۹۷۲ء مرثیہ از مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی!

حضرت تھانویؒ نے ۳، ربیع الاول ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء کو چاروں سلسلوں میں بیعت کرنے کی اجازت عطا فرمائی لے

اولاد

اولاد میں تین فرزند — محمد عمران ، محمد غفران ، اور محمد عرفان اور تین دختران (شمس النساء ، نورالنساء ، اور خیرالنساء) ہیں۔

ممتاز تلامذہ

آپ کے ممتاز تلامذہ میں

۱ - مولانا محمد میاں صاحب شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ دہلی ۔

۲ - مولانا قاری محمد طیب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند ۔ ۲

۳ - مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دارالعلوم کراچی ۳

لے - خواجہ عزیز الحسن مجذوب : اشرف السوانح ج آخر مطبوعہ ۱۹۶۳ء ، بار اوّل لاہور ، صفحہ ۲۵۴ عدد : ۶۱ :

مولانا مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری : تذکرہ مشائخ دیو بند : مطبوعہ کراچی صفحہ ۳۲۲ (حضرت کے خلفاء میں ۶۱ ویں نمبر پر)

۲ - قاری فیوض الرحمٰن : سوانح حضرت مولانا محمد رسول خان مطبوعہ ۱۳۹۲ھ صفحہ ۱۵۹

۳ - مولانا مفتی محمد شفیع : تفسیر معارف القرآن مطبوعہ کراچی ج ۱ صفحہ ۶ (اپنے اساتذہ میں)

۴ ۔ مولانا محمد یوسف بنوری مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی [1]

۵ ۔ مولانا شمس الحق افغانی استاذ دارالعلوم دیوبند (سابقاً) [2]

۶ ۔ مولانا حافظ محمد ادریس کاندھلوی جامعہ اشرفیہ لاہور [3]

۷ ۔ مولانا خیر محمدؒ ۔ خیر المدارس ملتان ۔ [4]

۸ ۔ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی دارالارشاد کیمبل پور [5]

۹ ۔ مولانا عبدالحق شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ، پشاور [6]

۱۰ ۔ مولانا عبدالباری ندوی صدر شعبہ فلسفہ عثمانیہ یونیورسٹی (سابقاً) [7]

۱۱ ۔ مولانا سید مغیث الدین چاندپوری ۔ [8]

۱۲ ۔ مولانا عبداللہ صاحب خانقاہ کندیاں ضلع میانوالی [9]

۱۳ ۔ مولانا غلام غوث ہزاروی } [10]

۱۴ ۔ خلیل الرحمٰن ہزاروی } [11]

---

۴ تا ۱۰ : قاری فیوض الرحمٰن : سوانح حضرت مولانا محمد رسول خان ۱۵۹، ۱۶۰ ۔

[11] ۔ مولانا محبوب الٰہی : تحفہ سعدیہ مطبوعہ ۱۹۷۴ء لاہور صفحہ ۱۵۲

[12] ، " " مطبوعہ ۱۹۷۴ء لاہور صفحہ ۲۸۹، ۲۸۸

۱۲، ۱۳، ۱۴ ۔ قاری فیوض الرحمٰن : سوانح مولانا محمد رسول خانؒ مطبوعہ ۱۶۰

۱۵ - پروفیسر مولانا عبدالقیوم دائرہ معارف اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور [12]

۱۶ - پروفیسر مولانا حافظ عبدالقدوس صاحب صدر شعبہ اسلامیات جامعہ پشاور (سابقاً) [13]

۱۷ - مولانا خلیل الرحمن شہاب خیل پشاور [14]

آپ کو تدریس سے فرصت نہیں ملی اس لئے کوئی تصنیف نہیں چھوڑی البتہ بعض کتابوں پر مقدمے/تقاریظ [15] لکھی ہیں۔

کئی اور کتابوں [16] میں بھی آپ کا ذکر آیا ہے۔

مولانا لطافت الرحمن نے جو مرثیہ لکھا ہے وہ درج ذیل ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ العمیم الآلاء۔ والصلوٰۃ علی افضل الانبیاء والسلام علی التابعین من العلماء الصلحاء و بعد فھذا رثاء من العبد المذنب الخاطئ الفانی محمد لطافت الرحمن الافغانی بوفات الاستاذ العلامۃ الجلیل الشان مولانا محمد رسول خان نور اللہ مرقدہ و برد مضجعہ

[11] - خود مجھے بتایا کہ حضرت مولانا میرے استاذ ہیں۔

[12] - امیر شاہ قادری: تذکرہ علماء و مشائخ سرحد مطبوعہ ۱۹۷۲ء، لاہور ج: ۲ صفحہ ۱۵۳ (ان کے اساتذہ میں [13-14] ایضاً صفحہ ۳۲ - [15] (تفریح الجنان فی تفسیر القرآن مطبوعہ ۱۹۳۶ء لاہور از مولانا عبدالقادر ہزاروی، رسول کی تعلیم، مولانا قاری ظہور الحسن اور مفتاح العربیہ از مولانا قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی۔

[16] - مولانا عزیز الرحمن: نصائح عزیزیہ مطبوعہ کراچی ۱۳۹۲ھ صفحہ ۱۹۲، رئیس احمد جعفری! اوراق گم گشتہ: مطبوعہ ۱۹۶۸ء لاہور صفحہ ۲۲۰ - علامہ خالد محمود: مقالہ حیات مطبوعہ ۱۴۰۰ھ: ص ۲۷۲، حافظ نذر احمد: جائزہ صفحہ ۱۸

القصيدة من اول الوافر والقافية متواتر

رأيت ناسًا كثيرًا من رجال ... ذوي علمٍ وفضلٍ والكمال
فبعض الفائتين لهم مقام ... جدير الذكر في ماضٍ وحال
وبعضهم يموتُ ولا يموتُ ... لآثارٍ تدوم مدى الليالي
وبعضٌ منهم اسلافُ خيرٍ ... كرام اهل مجد والنّوال
خصوصًا من لاهل الدين اسوه ... بسيرتهم وحسنٍ في الفعال
فمنهم عالمٌ حبرٌ جليل ... رسول خان الفقيدُ بلا مثال
هو العلامة المولىٰ المعظّم ... وشيخٌ ذو وقارٍ والمعالي
فكان بقيّة السلف الاكارم ... بديوبند الكريمة بالتوالي
تلمّذ عند شيخ الهند دهرًا ... ونال بجهده اسنىٰ منال
وفاز من العلوم على الاقاصي ... وغايات المقامات الاعالي
ودرّس بعد ذاك بديوبندٍ ... يشدّ اليه اصحاب الرجال
ففي كل العلوم وكل فنٍّ ... له صيت التّفوق والتعالي
وفي ديوبند لمّا صار شيخًا ... واستاذ الاساتذة الجلال
فجامعةٌ لفنجاب دعتهٗ ... باعزازٍ واكرامٍ ومال
وبعد تمام توظيفٍ هناك ... اجاب لاشرفيّة بانتقال
فكان هناك يُلقي من دروسٍ ... خصائصه كامثال اللآلي
ففات وفوته خطبٌ عظيمٌ ... وجرحٌ ليس يجي باندمال
وما احدٌ بوجه الارض يبقىٰ ... وليس بكاء الخلافِ بسالي

وكأس الموتِ شربهُ كلّ حيٍّ   فنشربه ككأسٍ مِن زُلال
بكى العلماءُ والطلباءُ طرًّا   بذاك الفائتِ الحسنِ الخصال
جليلُ القدرِ ثم جميلُ وجهٍ   كبدرٍ اضاءَ لا مثل الهلال
اذا ما قال فى درسٍ بُزاخُفَش   فكلٌّ يَدَّعِيها انَّها لِى
فموت العالم النحرير موتٌ   لهذا العالم المادى المثالى
وحقٌّ ان نقول بفقد شيخٍ   وانّ الرزءَ جَلَّ عن احتمال
رمانا الدهرُ بالارزاءِ حتّى   تخفّى كل قلبٍ بالنّبال
فصار اذا اصابته سهامٌ   تكسرت النّصال على النّصال
واهل العلم ايتامٌ بكاةٌ   بفوت العالم المولى الموالى
فمولانا رسول خان المفدّى   مضى لجوار رَبٍّ ذى الجلال
وآواه الالٰهُ بخير مأوىً   وَآلَ به الى خير المآل
وان لطافَ الرحمٰن يربى
اساتذةً كبارًا كالجبال

کئی اور کتابوں میں بھی آپ کا تذکرہ کیا گیا ہے - لے

خلفاء :-

(۱) مولانا محمد اشرف علی	بنگلہ دیش
(۲) مولانا حافظ عبدالرحمٰن	لاہور۔
(۳) مولانا عبدالوہاب	بنگلہ دیش
(۴) مولانا مہتاب الدین	〃 〃
(۵) مولانا انصار الدین	〃 〃
(۶) مولانا محمد الیاس	〃 〃
(۷) مولانا محمود الحق	〃 〃
(۸) مولانا محمد نورالحق	〃 〃

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

لے - کفایت اللہ، مفتی، دہلوی : النفائس المرغوبہ فی حکم الدعا بعد المکتوبہ دہلی، ۱۳۴۹ھ صفحہ ۳۰ پر مولانا مفتی عزیز الرحمٰن کے ساتھ آپ کے بھی تائیدی دستخط ہیں ۔

غلام اللہ خان، شیخ القرآن : تفسیر جواہر القرآن : لاہور فیروز سنز ۱۹۶۵ء ج ۱ صفحہ ج پر آپ کی تقریظ موجود ہے۔

مولانا سیّد نذیر احمد شاہ کرنالی

۱۸۹۴ ۱۹۷۴ء

آپ ۱۸۹۴ء کو "ننگ" ضلع کرنال میں جناب سیّد محبوب علی شاہ صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی، پھر ۱۹۱۱ء میں مدرسہ امینیہ سنہری مسجد دہلی میں داخلہ لیا اور حضرۃ علامہ مفتی کفایت اللہ دہلوی سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔

تدریس

فراغت کے بعد ایک عرصہ تک شاہجہانی مسجد جامع دہلی میں نائب مفتی اور امام کی حیثیت سے کام کیا، کچھ عرصہ دہلی مدرسہ میں بطور معین مدرس تدریسی خدمات انجام دیں۔

پھر وطن "ننگ" واپسی ہوئی، اور یہاں کی جامع میں خطابت و افتاء کے فرائض انجام دیتے رہے، ساتھ ہی ایک دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی جس کا اہتمام آپ کے سپرد تھا۔

مدارس کا اہتمام

مدرسہ حسینیہ حنفیہ سیلانوالی ضلع سرگودھا آپ کی سرپرستی میں نہایت کامیابی کے ساتھ چلتا رہا اور اب بھی چل رہا ہے۔

اس کے علاوہ مدرسہ امدادیہ حنفیہ فروکہ، مدرسہ اشرفیہ حنفیہ فرود اور مدرسہ نذیریہ حنفیہ چک نمبر ۶۴ آپ کے اہتمام میں چلتے رہے۔

صوفیانہ مسلک

طالب علمی کے آخری سال میں حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی خدمت میں تھانہ بھون حاضری دی اور بیعت ہونے کی خواہش ظاہر کی جس پر حضرت تھانویؒ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے درسِ نظامی کی تکمیل کر لیں۔ چنانچہ درس نظامی کی تکمیل کے بعد آپ نے رابطہ قائم کیا اور سلوک کی منزلیں طے کرتے رہے۔ آخر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو چاروں سلسلوں میں خلافت عطا فرمائی۔

پاک و ہند میں تبلیغ دین اور تعلیم دین کے ساتھ آپ نے سلسلۂ تصوف بھی قائم رکھا۔

۲۹ محرم ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء بروز پیر پونے دس بجے آپ کا وصال ہوا۔

آپ کے چار فرزند اور تین دختران ہیں۔[1]

---

[1] سوانحی تذکرہ کے مواد کے سلسلہ میں ماہنامہ "انوار مدینہ" لاہور بابت ربیع الاول ۱۳۹۳ھ (ص ۵۴) کے تعزیتی نوٹ سے بھی مدد لی گئی ہے۔

مولانا محمد صابر امروہوی

۱۸۹۸ء — ۱۹۷۳ء

آپ جنوری ۱۸۹۸ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد صاحب کا نام محمد سعید ہے۔

مارچ ۱۹۱۰ء میں مڈل کا امتحان پاس کیا، پھر مسلم اسکول امروہہ میں ملازمت کے ساتھ ساتھ مدرسہ اسلامیہ عربیہ محلہ چلہ امروہہ سے ۱۵ شعبان ۱۳۴۰ھ کو سند الفراغ حاصل کی۔ اسکے بعد اسی مدرسہ میں پڑھانا شروع کر دیا، پھر مدرسہ رحمانیہ ٹانڈہ بادلی ریاست رامپور میں ۱۳۵۰ھ تک بطور صدر مدرس پڑھاتے رہے۔ اس کے بعد مدرسہ عثمانیہ بستی ریواڑی ضلع گوڑ گاونوہ میں ۱۳۵۵ھ تک صدر مدرس رہے۔ دوبارہ مدرسہ رحمانیہ میں صدر مدرس رہے۔

مارچ ۱۹۵۵ء میں مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی نیابت میں دارالعلوم کراچی نانک واڑہ کی شاخ دارالافتاء میں تقرر ہوا اور یہاں بھی ایک عرصہ تک خدمات انجام دیں۔ آپکی تصانیف میں سیرۃ الصدیق صفحات ۴۴۴ مطبوعہ کراچی، مشکوٰۃ السراج۔ سراجی کی مفصل شرح ص۲۴۴ طبع دوم۔ انوار البیوع۔ ترغیب و ترہیب سے کتاب البیوع کا ترجمہ، اسی کتاب کی کتاب النکاح کا انوار النکاح کے نام سے ترجمہ، اور نفحۃ الیمن کا اردو میں حاشیہ جو امروہہ میں چھپا۔ ۱۵ ربیع الآخر ۱۳۴۱ھ میں جب حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی امروہہ تشریف لائے تو آپ اپنے استاذ مولانا عبدالرؤف کی وساطت سے ان سے بیعت ہوئے اور تکمیلِ سلوک کے بعد حضرت کی طرف سے "مجاز بیعت" قرار پائے۔ آپ کا ۲ صفر ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء کو وصال ہوا۔

مولانا ظفر احمد عثمانی

۱۳۱۰ - ۱۳۹۴ھ

۱۸۹۲ - ۱۹۷۴ء

خاندان اور ولادت آپ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ کو دیوبند ضلع سہارنپور کے محلہ دیوان میں جناب شیخ لطیف احمد عثمانیؒ کے گھر پیدا ہوئے۔ اصلی نام ظفر احمد ہے، ننھیال نے ظریف احمد نام رکھا اور تاریخی نام "مرغوب نبی" سے نکلتا ہے۔ آپ کے والد حضرت حاجی عابد حسین دیوبندیؒ سے بیعت تھے اور نماز روزہ کے پابند تھے۔ والدہ محترمہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی حقیقی بہن تھیں۔

تعلیم ناظرہ قرآن مجید حافظ نامدار، حافظ غلام رسول اور مولوی نذیر احمد سے پڑھا۔ ۹ سال کی عمر میں دارالعلوم دیوبند میں درجۂ فارسی میں داخلہ لیا اور ابتدائی فارسی کتب سے گلستان، بوستان تک کی کتابیں مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے والد۔ مولانا محمد یٰسین صاحب سے پڑھیں پھر اپنے ماموں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے ہاں تھانہ بھون پہنچے اور وہاں عربی کی ابتدائی کتابیں مولانا عبداللہ گنگوہیؒ مصنف "تیسیر المبتدی" سے پڑھیں، بعض کتابوں کے کچھ سبق حضرت تھانویؒ سے بھی پڑھے۔ جب حضرت تھانویؒ تفسیر بیان القرآن لکھنے لگے تو آپ اور آپ کے بھائی مولانا سعید احمد، دونوں کو ۱۳۲۳ھ میں مدرسہ جامع العلوم کانپور بھجوا دیا وہیں ۱۳۲۶ھ تک مولانا محمد اسحاق بردوانیؒ اور مولانا محمد رشید کانپوری سے پڑھتے رہے۔

مظاہر العلوم میں: ۱۳۲۶ھ میں جامع العلوم کانپور سے ان دونوں بزرگوں کے مستعفی ہوجانے پر حضرت تھانوی کے مشورہ سے وسط محرم ۱۳۲۷ھ میں "مظاہر علوم" سہارنپور میں داخلہ لیا، منطق، فلسفہ، ریاضی اور ہیئت کی کتابیں مولانا عبدالقادر پنجابی اور مولانا عبداللطیف ناظم مدرسہ سے پڑھ کر ۱۳۲۸ھ میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔ اسی سال اپنے اساتذہ مولانا خلیل احمد مولانا عبداللہ گنگوہی اور مولانا عبداللطیف ناظم کی معیت میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل ہوئی۔

۳۰ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ کو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی اہلیہ صغریٰ کی بہن کے ساتھ تھانہ بھون میں شادی خانہ آبادی ہوئی۔

تدریسی خدمات: ربیع الاوّل ۱۳۲۹ھ میں اسی مدرسہ میں تدریس پہ مامور ہوئے اور سات آٹھ سال تک تدریس کی۔ ۱۳۳۶ھ میں مدرسہ ارشادالعلوم گڑھی پختہ میں برائے تدریس تشریف لے گئے ۱۳۳۸ھ میں دوسرا حج کیا۔ حج سے واپسی کے بعد تھانہ بھون میں مستقل قیام کرلیا جہاں درس و تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف کا کام بھی آپ کے سپرد کردیا گیا۔ افتاء کا کام بھی آپ ہی کرتے تھے۔ اسی دوران "بیان القرآن" کی تلخیص اور اعلاء السنن کی تالیف شروع کی، آپ کے فتاویٰ کا نام حضرت تھانوی نے امداد الاحکام تجویز فرمایا جو سات جلدوں میں خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں محفوظ ہے۔ اس کا کچھ حصہ رسالہ "الہادی" میں بھی شائع ہوا تھا۔

۱۳۴۴ھ میں قرآن مجید حفظ کیا۔ ۱۳۴۸ھ میں تیسرا حج کیا۔ ۱۳۴۹ھ میں آنکھوں کی تکلیف کے سبب، طبیب کے کہنے پر ساحلِ بحر پر قیام تجویز ہوا چنانچہ حضرت تھانوی کے مشورہ سے مدرسہ راندیریہ رنگون میں بطور ناظم تشریف لے گئے۔ وہاں ایک بستی ڈیڈلو نام تھی جہاں کے سارے مسلمان بہائی مذہب قبول کر کے مرتد ہو گئے تھے، حاجی محمد یوسف تاجر رنگون کے تعاون سے آپ نے علماء کی ایک جماعت کے ساتھ تبلیغ کا کام شروع کیا، ایک سال کے اندر اللہ کے فضل سے سب تائب ہو کر مسلمان ہو گئے۔ وہاں ڈھائی سال تک کام کرتے رہے۔ پھر تھانہ بھون آکر "اعلاء السنن" کی تکمیل کی۔

ڈھاکہ یونیورسٹی میں ذی الحجہ ۱۳۵۸ھ میں حضرت تھانوی کی اجازت سے ایک سال کی رخصت لے کر ڈھاکہ یونیورسٹی تشریف لے گئے۔ وہاں ہدایہ، بخاری شریف، مسلم شریف اور کتاب التوحید کے اسباق پڑھاتے رہے ساتھ ہی ایک مدرسہ "اشرف العلوم" قائم کر کے اس میں حسبۃً للہ تدریس کرتے رہے۔ ۱۳۶۲ھ میں وہاں سے ایک ماہ کی رخصت پر تھانہ بھون آئے، حضرت تھانوی شدید بیمار تھے، آپ کے آنے کے دسویں دن بعد انکا وصال ہوا اور نماز جنازہ آپ نے پڑھائی۔

سلہٹ ریفرنڈم کی کامیابی کا سہرا در اصل آپ ہی کے سر ہے۔

۲۷ رمضان ۱۳۶۶ھ / ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو قیام پاکستان پر خواجہ ناظم الدین نے آپ ہی سے مشرقی پاکستان (سابقہ) کی پرچم کشائی کرائی۔

۱۹۴۸ء میں ڈھاکہ یونیورسٹی سے علیحدگی اختیار کر کے مدرسہ عالیہ

ڈھاکہ میں آگئے، اگست ۱۹۴۹ء میں حکومت پاکستان کی طرف سے وفد خیرسگالی میں سعودی عرب گئے، اس کی پوری تفصیل سفرنامہ حجاز حصہ دوم میں ہے۔ اس سفر سے واپسی کے بعد محرم ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۰ء میں اہلیہ کا انتقال ہوا۔ علماء کے جس بورڈ نے ۲۲ دستوری نکات پر اتفاق کیا تھا ان میں ایک آپ بھی تھے۔

جون ۱۹۵۴ء میں مدرسہ عالیہ ڈھاکہ سے ریٹائر ہو کر حج کے لئے چلے گئے، وہاں سے واپسی پر مولانا احتشام الحق تھانوی دارالعلوم ٹنڈوالہ یار سندھ میں بطور شیخ الحدیث بلانے کے لئے آپ کے ہاں پہنچے، آپ نے وعدہ فرمالیا، آواخر اکتوبر میں ٹنڈوالہ یار پہنچے اور آخر وقت تک اسی دارالعلوم میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے تدریس حدیث میں عمر لگادی۔

وصال:۔ ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۹۴ھ/۸ دسمبر ۱۹۷۴ء اتوار کی صبح واصل بحق ہوئے، علامہ الحاج ظفر احمد محدث سے تاریخ وصال ۱۹۷۴ء نکلتی ہے۔

صوفیانہ مسلک حضرت تھانوی کے مشورے سے آپ مولانا خلیل احمد سہارنپوری سے بیعت ہوئے، پھر ان کے ہجرت حجاز کے باعث حضرت تھانوی کی طرف رجوع کیا، انہوں نے سلسلہ عالیہ چشتیہ میں اجازت وخلافت سے نوازا، مولانا خلیل احمد اور مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی سے بھی آپ کو اجازت تھی۔[۱]

آگے آپ سے مولانا احتشام الحق تھانوی خطیب جیکب لائن

---

[۱] انوار النظر فی آثار الظفر

کراچی اور مولانا عبدالشکور ترمذی کو خلافت حاصل ہوئی۔

اولاد:۔ اولاد میں دو فرزند مولانا عمر عثمانی اور مولانا قمر عثمانی ہیں۔

تصنیفی خدمات آپ کی بے شمار تصانیف میں سے چند ایک کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے:۔

۱۔ **انوار النظر فی آثار الظفر**۔ مولانا حسام اللہ شریفی کے سوالات میں اپنے حالاتِ زندگی تحریر فرمائے جو دو جلدوں میں شائع ہوئے۔

۲۔ **تحذیر المسلمین عن موالات المشرکین**: حضرت حکیم الامت تھانوی کو ہندوؤں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کا کوئی تحریک چلانا پسند نہ تھا اس لئے اُن تحریکات سے الگ رہے۔ آپ نے مرشد تھانوی کے مسلک کی تائید میں یہ کتاب تین حصوں میں لکھی جس میں مسلمانوں کو شرکتِ کانگریس سے روکا گیا اور اس کے دینی اور دنیوی نقصانات پر توجہ دلائی گئی۔

۳۔ **فتاویٰ امداد الاحکام**:۔ سات جلدوں میں۔

۴۔ **اعلاء السنن**:۔ (عربی) بیس ضخیم جلدوں میں ۔ علامہ محمد یوسف بنوری اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "آپ نے اعلاء السنن کے ذریعہ حدیث و فقہ اور خصوصاً مذہب حنفی کی وہ قابل قدر خدمت کی ہے جس کی نظیر مشکل سے ملے گی، یہ کتاب ان کی تصانیف کا شاہکار اور فنی و تحقیقی ذوق کا معیار ہے۔۔۔۔ موصوف نے اس کتاب کے ذریعہ جہاں علم پر احسان کیا ہے وہاں حنفی مذہب پر بھی احسانِ عظیم کیا ہے۔ علماء حنفیہ قیامت تک ان کے مرہونِ منت رہیں گے۔ بلاشبہ اس بے نظیر کتاب میں حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے انفاس قدسیہ اور توجہات

عالیہ اور ارشاداتِ گرامی کا بہت کچھ دخل ہے لیکن حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی کے ذریعہ ان کا ظہور پُر نور ان کے کمال کی دلیل ہے ..... حضرت شیخ محمد زاہد کوثری مصری کو جب میں نے یہ کتاب پیش کی تو حضرت نے مطالعہ کر کے فرمایا کہ "احادیث احکام میں حنفیہ کے نقطۂ نگاہ سے اس کتاب کی نظیر نہیں"..... اور پھر وہ تقریظ تحریر فرمائی جو کتاب کے ساتھ طبع ہوئی ہے۔

اعلاء السنن:۔ کا مقدمہ "انہاء السکن" تالیف فرمایا۔ یہ مقدمہ اصول حدیث کے نوادر اور نفائس پر مشتمل ہے۔ تمام کتب رجال اور کتبِ حدیث اور کتب اصول حدیث سے انتہائی عرق ریزی کے ساتھ وہ نفائس جمع کر دیئے ہیں کہ عقل حیران ہے۔ یہ بجائے خود ایک مستقل بے مثال کتاب ہے حلب کے مایہ ناز عالم ربّانی اور دنیائے اسلام کے محقق فاضل۔ ابوغدہ عبد الفتاح کو حق تعالیٰ شانہٗ جزائے خیر عطا فرمائے۔ کہ جنہوں نے مصنف سے اجازت لیکر کتاب کا نام "قواعد التحدیث" تجویز فرمایا اور اس پر قابلِ قدر تعلیقات و اضافات و مقدمہ لکھ کر علم اور اہل علم پر احسانِ عظیم فرمایا اور نہایت آب و تاب کے ساتھ زیورِ طبع سے آراستہ کیا کہ جسے دیکھتے ہی دل سے دعا نکلتی ہے۔ کتاب جس خدمت کی مستحق تھی الشیخ ابوغدہ اطال اللہ بقائہ نے اس خدمت کو خوش اسلوبی سے انجام دیا کہ قیامت تک آنے والی نسلیں ان کی احسان مند رہیں گی[1]"

۵۔ **براءۃ عثمان**:۔ یہ کتاب مولانا مودودی صاحب کے ان اعتراضات کا علمی جواب ہے جو انہوں نے سیدنا عثمانؓ پر کئے تھے مختصر ہونیکے باوجود بہت مفید ہے

---

[1] ماہنامہ بینات کراچی ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ: بصائر و عبر ص ۳، ۴

۶- تلخیص البیان (اردو) یہ علامہ تھانوی کی تفسیر بیان القرآن کی تلخیص ہے جو حضرت تھانوی کے ارشاد پر حمائل کے حاشیہ پر طبع ہو چکی ہے۔
۷- الدر المنضود! یہ علامہ عبدالوہاب شعرانی کی البحر المورود کا اردو ترجمہ ہے۔ فن تصوف میں ہے۔ جلد اوّل مستقل طور پر طبع ہوئی بقیہ حصّے رسالہ "النور" میں بالاقساط شائع ہوئے۔
۸- ولادت محمدیہ کا راز:- قسط وار رسالہ النور میں شائع ہوئی۔
۹- رحمۃ القدوس- یہ علامہ ابن ابی جمرہ مالکی کی کتاب بہجۃ النفوس کا اردو ترجمہ ہے جو حضرت تھانوی کے حکم پر کیا گیا۔ اس میں آپ نے احادیث سے مسائل تصوف کا استنباط کیا ہے۔
(۱۰) القول المنصور فی ابن منصور! مشہور بزرگ حسین بن منصور حلاج کے حالات واقعات پر مشتمل ہے۔ یہ رسالہ بھی حضرت تھانوی کے ارشاد پر لکھا گیا۔
۱۱- البیان المشیّد :- سید احمد کبیر رفاعیؒ کے مواعظ کا مجموعہ "البرہان المؤید" کے نام سے جس میں عقائد و تصوّف پر سیر حاصل بحث ہے۔ یہ اسی کا اردو ترجمہ ہے۔
۱۲- اسباب المحمودیہ! یہ علامہ شعرانی کے رسالہ آداب العبودیّہ کا ترجمہ ہے جو رسالہ النور میں قسط وار شائع ہوا۔
۱۳- انجاء الوطن عن الازدراء بامام الزمن! حضرت امام ابوحنیفہؒ کے حالاتِ زندگی اور ان کی محدثانہ حیثیت کو اس کتاب میں واضح کیا گیا ہے۔
۱۴- الشّفاء- قرآن مجید پر کئے گئے اعتراضات کا جواب "النور" میں شائع ہوا

۱۵۔ فاتحۃ الکلام فی القرأۃ خلف الامام! (۱۶) فضائل جہاد
۱۷۔ فضائل درود شریف (غیر مطبوعہ)
۱۸۔ سفر نامہ حجاز جلد اوّل مطبوعہ، جلد دوم رسالہ ندائے حرم میں قسط وار شائع ہوئی۔
۱۹۔ کشف الدجی عن وجہ الربوا! مطبوعہ۔
۲۰۔ نورٌ علیٰ نورٍ! (عربی کے دو نعتیہ قصیدوں کا مجموعہ) نام حضرت تھانوی کا تجویز فرمودہ ہے۔
۲۱۔ وسیلۃ الظفر فی مدح خیر البشر! ایک عربی نعتیہ قصیدہ جو کتابی شکل میں شائع ہوا۔

آپ کے یہ نعتیہ قصائد الرشید کے عظیم نعت نمبر میں چھپ چکے ہیں، وسیلۃ الظفر کا اس سے پہلے ترجمہ شائع نہیں ہوا تھا۔[۱]

آپ عربی زبان کے بھی بڑے ہی قادر الکلام شاعر تھے۔ آپ کا تذکرہ راقم الحروف کی کتاب" علماء العربیۃ فی باکستان" (عربی) اور شعراء العربیۃ فی باکستان (عربی) دونوں میں الگ الگ شامل ہے۔

آپ اردو، فارسی اور عربی تینوں زبانوں کے ادیب اور شاعر تھے۔ آپ نے اپنے شیخ اور استاذ مولانا اشرف علی تھانویؒ کے وصال پر جو دو مرثیے لکھے تھے وہ یہ ہیں:۔

---

[۱] فیوض الرحمٰن ڈاکٹر: مشاہیر علماء: لاہور: ۱۹۷۶ء: ج ۱ ص ۲۳۷ تا ۲۳۹
: " " عربی نعت: الرشید نعت نمبر: لاہور
: پہلا قصیدہ ص ۲۲۲ - ۲۳۸ تک مع ترجمہ شائع ہوا ہے جبکہ دوسرا ص ۲۰۲ - ۲۰۸ تک
یہ نعتیہ عربی قصائد کا حصہ راقم الحروف ہی کے حصہ میں آیا ہے الحمد للہ علیٰ ذٰلک

بكت عيني وزاد بي العويل ... وهل بدموعها يشفي الغليل؟
لقد ضاق الفضاء بنا ومالت ... جبال الارض اوكادت تزول
واوحشت البلاد بنا وامست ... يبابا ما يُرى فيها خليل
واظلمت الديار وما عليها ... فهل لضياءها يومًا سبيل؟
تصدّعت القلوب بما دهاها ... وجلّ الخطب واندهلت عقول
وقُلبت الامور غداة اودى ... حكيم الامة العلم الجليل
مجدد ملّة الاسلام حقًا ... فنعم دليلنا ذاك الدليل
مفسر عصره من غير خُلف ... فقيه الوقت ليس له عديل
خبير بالحديث وكل علم ... وبالاسرار ينطق اذ يقول
ولىٌّ زمانه عدلٌ تقىٌّ ... امام الدهر ليس له مثيل
تضلّع بالعلوم فكان فردًا ... اليه كلّ مكرمة تؤول
رؤف راحمٌ برٌّ كريمٌ ... ولاعناق الهوى سيف صقيل
لقد قطع الخبائل عن انام ... بواد الهالكين لهم نزول
يحضّ بنا على طلب المعالى ... ويهدينا لما قال الرسول
له فينا صحائف معلمات ... كثير ثنائها منا قليل
اقرّ بفضله من قدراه ... ولم يكفر[1] به الا جهول
يعادى الله من عادىٰ وليًّا ... له وعدوّه ابدًا ذليل
وكاد القلب ان[2] ينشقّ لمّا ... رايتك فى التراب لك المقيل

---

[1] من الكفران ضد الشكر ١٢

[2] جاز دخول ان فى خبر كاد تشبيهًا لها بعسى ١٢

يبكيك السّماء و نيّراها — وهذی الارض هامدة تميل
يبكيك البحار و ما حوتها — وتبكيك الحزونة والسهول
يبكيك البيوت و ساكنوها — وتبكيك المعالم والطلول
يبكيك العلوم و دارسوها — وتبكيك الضوابط والاصول
يبكيك المنابر موحشات — وتبكيك المواعظ والقبول
يبكيك المدارس مظلمات — عليها اليوم دائلة[1] تدول
يبكيك الطريق[2] وسالكوها — ويبكيك التصوف والوصول
يبكيك التهجد بالليالی — ومجلس يومك الحسن الجميل
يبكيك الحقائق والمعانی — وتبكيك الصحائف والنقول
يبكيك الاقاصی والادانی — ويبكيك الاجانب والقبيل
ويبكيك الزّمان لفقد خير[3] — بفقدك ايها البرّ الوصول
فلا ننساك اشرف ما بقينا — وانّك بين اعيننا تجول
تذكرناك آثار كرام — تركت لنا وايا محجول
اذا انسی الانام حديث قوم — فذكرك فی مجالسنا يطول
الا يا عين جودی واستهلّی — بدمع بعد ذالك لا يسيل
فانی لن اصاب بمثل هذا — وان رحيله[4] لهو الرحيل
فداته نفوسنا لو كان يبقی — لكان لنا به ظلّ ظليل
ليهنك سيّدی فی كل يوم — سلام[5] الله والاجر الجزيل

---

[1] الانقلاب [2] طريق القوم ۱۲ [3] التنكير للتعظيم
[4] ان فراقه لهو الفراق ۱۲ [5] فيه اشارة الی تاريخ وفاته من قوله تعالیٰ "لهم فيها فاكهة ولهم ما يدعون سلام قولاً من ربّ رحيم" ۱۲

وصلت الیٰ مقام شہود[1] صدق ۔۔۔ یُحَفّ بہ نعیم لا یزول
فانت لدی الالٰہ بخیر عیش ۔۔۔ وانت لخیلنا سلف رعیل
بنفسی روضۃ فی ارض قدس ۔۔۔ بہا جدث لہ شرف نبیل
زیارتہ الحیاۃ لکل قلب ۔۔۔ وتربتہ بہا یشفی العلیل
اذا فقد الریاضُ عبیر ورد ۔۔۔ فماء الورد عن ذاک البدیل
وان افلت ذکاءُ فان نجمًا ۔۔۔ ظلامُ اللیل عن افق یزیل
فصبرًا یاٰلِ اشرف ان فیکم ۔۔۔ نجومًا یہتدی بہم الضلول
وما مات الذی احیٰی قلوبًا ۔۔۔ بنورٍ مالہ ابدًا افول

علیہ من المہیمن کل حین
ثآبیب الکرامۃ والظلول

جریح الفواد اضعف العباد ظفر احمد العثمانی التہانوی کان اللہ لہ غرۃ شعبان سنہ ۱۳۶۲ھ

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

—— :: ——

[1] اشارۃ الیٰ رؤیاء بعض الصالحین

بقلبي همٌّ لا يكاد يزول ثقيلٌ وهمُّ العاشقين ثقيل
يسهرني ليلا طويلا ولم اكن لأسهر الّا ان يبين خليل
الى الله اشكو ما الاقي من النوى ولو انّ قلبي للجبال حمول
كأن بعينيَّ ما بقلبي من الجوى فمن طرفها عين الحميم تسيل
وداعٍ دعا اذ قام بالليل ناعيًا فطار بقلبي القول حين يقول
فقلت له كن غير اشرف ناعيا فدانه الورى لو للفداء قبول
فبكّى ونادى ان اشرف قد ثوى فضجّت قلوب بالبكا وعقول
نعى خير اهل الارض نفسا ومحتدًا واشرف حرّ يحتويه قبيل
مجدّد هذا القرن حقّا حكيمه فقيه لديه للفروع اصول
مفسّر هذا العصر من غير ريبة له في المعالي راية ورعيل
تقي نقي حجّة ذو اصابة من الرأي اذ رأي الانام افول
له كتب في كل علم جميلة بها يُشتفى للطالبين غليل
تفطّر قلبي اذ رأيتك راحلاً وكادت له شمُّ الجبال تزول
فواحسرتا ما اقبح البين بيننا وافظعهٗ والنائبات تهول
ويا قاتل الله النوى ما امرّهٗ واصرعه للمرء حين يصول
فيا ليت ايام الفراق رواحلا ويا ليت ايام الوصال تؤول
فمن لعلوم قد كشفت لثامها؟ ولم يقتبسها عن سواك سؤول
ومن لمعان قد نطقت بسرّها؟ وزلّت باقدام العقول وحُول
ومن لنكات قد فتحت كنوزها؟ لها غرر بين الورى وحجول
ومن لعضال اعجز الناس طبّه؟ وانت لكشف المعضلات كفيل
ومن لبيان في القلوب مؤثر؟ وبعدك قول القائلين فضول

يبكيك اهل العلم والبرّ والنهى　　سواءٌ شباب منهم وكهول
يبكيك اهل الزهد والورع والتقى　　بآماقهم مثل العيون سُيُول
يبكيك اهل الارض فى كل ليلة　　وفى كل يوم رنّة وعويل
فقد حاق بالناس البلا كل جانب　　وكنت طبيبًا والزمان عليل
وكنت ملاذًا للانام غياثهم　　ووجهك سيف للهموم صقيل
تذكرتُ ايامًا مضت فى حلاوة　　اذا انت حيّ والزمان جميل
مضت فمضى ماكان من طيب عيشة　　بمجلس خير ما لذالك عديل
اقوم ومالى غير ذكرك ملهج　　وارقد والافكار فيك تجول
بنفسيَ من لم ينسني عند موته　　دعانى باسمى واللسان كليل
وقد كان فيما قبل يومين خطّ لى　　كتابا له فى المرجفين صليل

له قال رضى الله عنه يوم السبت بعد الظهر والمجلس غاصٌّ باهله وذلك قبل موته بيومين ائتونى بمقلمتى فاتوه بها فاخرج منها قرطاسًا صغيرًا وكتب فيه
هنيئًا لكم انموذج آية وجعلناها وابنها آية للعالمين. ثم دعانى باسمى واعطانى هذا المكتوب انى لا اقدر على الكتابة مستبينًا فان اعوزت عليك القراءة كتبتها لك ثانيًا قلت لا اسولكم الكلمة اقرؤ الى اول كلمة منها فانها غير مستبينة فقال هنيئًا لكم قلت قد قرأت الآن كله رست به جدًّا فقال ينبغى لك السرور به

يبشرني اني بعيسى بن مريم   ببركته انموذج و مثيل
عليها مع الابن السلام تحية   من الله ما يتلو العروج[له] نزول
بشارة شيخ عارف قرب موته   لنعمة ربی آية و دليل
جزاه اله العرش خيرا يمده   بخير عظيم والجزاء جزيل

جريح الفواد ظفر احمد عفا عنه وسط شعبان ١٣٦٢ھ

—— ∴ ——

له وفى ذالك ايماء الى وجه شبهه وتشبيهه والقول طويل اى فى لفظى العروج والنزول فانهما من مصطلحات القوم فافهم ١٢

پروفیسر مولانا عبدالباری ندوی

۱۸۹۰ — ۱۹۷۶ء

آپ بروز جمعہ ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۰۷ھ ۸ اگست ۱۸۹۰ء کو اپنے ننھیالی وطن قصبہ کرسی میں پیدا ہوئے۔ آپ کا جدی وطن ستر کھ ضلع بارہ بنکی تھا۔ مگر آپ کے والد حکیم عبدالخالق نے اپنے پیر و مرشد مولانا محمد نعیم فرنگی محلی کی محبت میں لکھنؤ کو اپنا وطن ثانی بنا لیا تھا۔ آپ کے والد کو مولانا محمد نعیم سے خلافت بھی حاصل تھی۔

تعلیم کی بسم اللہ مولانا محمد نعیم نے کرائی، ابتدائی تعلیم مولوی توکل حسین سے قصبہ ستر کھ ہی میں ہوئی، عربی کی ابتداء والدِ گرامی سے ہوئی، پھر کچھ دن اپنے بڑے چچا حکیم امجد علی سے بھی پڑھتے رہے۔

شوال ۱۳۱۹ھ کو دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخلہ لیا، سال چہارم تک پہنچے تھے کہ والد نے آپ کو مولانا محمد ادریس نگرامی لکھنوی کے پاس بھجوا دیا، مولانا کی مختصر صحبت نے شاگرد میں علمی ذوق اور دینی مذاق بیک وقت بیدار کر دیا۔ چند ماہ کے بعد دوبارہ ندوۃ العلماء پہنچے اور ایک ہی برس میں آپ کا شمار ممتاز طلبہ میں ہونے لگا، سالانہ امتحان میں بھی اوّل آئے۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں یہاں سے فراغت حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں علامہ شبلی نعمانی، مولانا شیر علی، علامہ حیدر حسن خان، مولانا حفیظ اللہ اور علامہ سید سلیمان ندوی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

اپنی ذاتی کوشش و محنت سے انگریزی زبان میں وہ مہارت حاصل

کی کہ فلسفہ کی کئی ٹکسالی کتابوں کے بہترین تراجم اُردو میں کر کے امتیاز حاصل کیا۔ علامہ سید سلیمان ندوی کو بمبئی یونیورسٹی کے مشہور دکن کالج پونہ سے اپنے استاذ علامہ شبلی کے ارشاد پر ان کی جگہ پر پوری آنا پڑا، یہ جگہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۱۵ء کو مولانا عبدالباری سے پُر کرائی گئی۔ یہاں آپ کو فلسفہ کے عمیق مطالعہ کا موقع ملا، چنانچہ آپ نے برکلے کی پرنسپل آف ہیومین نالج کا مبادی علم انسانی کے نام سے ترجمہ کیا، یہاں سے چند ماہ کے لئے گجرات کالج احمد آباد پہنچے، اسی دوران سُورت میں آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس میں مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی کے اصرار پر وہ معرکتہ الآرا لیکچر دیا جو بعد میں "مذہب و عقلیات" کے نام سے چھپ کر جدید و قدیم اہلِ علم میں مقبول ہُوا، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے اسے "دین کا آہنی قلعہ" قرار دیا۔

۱۰ مارچ ۱۹۲۰ء کو گجرات کالج سے علیحدگی کے بعد پروفیسر شیخ عبدالقادر کے اصرار پر ان کے ہمراہ حیدر آباد دکن آئے، یہاں کتب خانہ آصفیہ سے استفادہ کے ساتھ ساتھ مولانا محمد حسین چشتی کی صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے۔

اپنے استاذ علامہ سید سلیمان ندوی کی دعوت پر یکم دسمبر ۱۹۲۰ء کو دار المصنفین پہنچے اور اگست ۱۹۲۲ء کے آخر تک یہاں مصروف کار رہے۔ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن میں ۸ ستمبر ۱۹۲۲ء کو بطور پروفیسر فلسفہ آپ کا تقرر ہُوا اور ۵۵ سالہ میعاد عمر ختم کر کے اگست ۱۹۴۵ء میں وظیفہ پر سبکدوش ہوئے اور اپنے وطن لکھنؤ لوٹ آئے۔

انگریزی سے اردو تراجم میں میکنزی کی مینول آف اتھیکس کا علم اخلاق کے نام سے، ہیومین انڈرسٹینڈنگ کا فہم انسانی اور پرنسپلز آف

ہیومین نالج کا مبادی علم انسانی اور اسٹاؤٹ کی مینول آف سائیکالوجی کا حدیقہ نفسیات کے نام سے ترجمہ کر کے بہت شہرت پائی۔ علامہ سیّد سلیمان ندوی کا کہنا ہے کہ ہمارے مولانا عبدالباری کے تراجم کی ٹکر کا کوئی ترجمہ نہیں، ترجمہ کی خوبی یہ ہے کہ وہ ترجمہ محسوس نہ ہو۔

آپ نے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے سینکڑوں مواعظ وملفوظات اور بیسیوں تصانیف سے تعلیمات اشرفیہ کو چار جلدوں میں تجدید دین کامل کے نام سے پیش کیا۔ ان میں پہلی جلد تجدید دین کامل، دوسری تجدید تصوف، تیسری تجدید معاشیات اور چوتھی تجدید تعلیم و تبلیغ ہیں۔ تجدید تصوّف کا تو مولانا سید محمد رابع ندوی نے عربی میں ترجمہ کیا ہے جو دمشق سے شائع ہوا اور اس سے ترکی میں ترجمہ کیا گیا۔ مولانا نے دونوں ترجموں کو اپنی زندگی میں دیکھ لیا اور اپنی آواز کو بلاد عرب اور ترکی میں سن کر بہت خوش ہوئے۔

مذہب وسائنس آپ کی معرکہ کی کتاب ہے، اسی طرح مکالمات برکلے جو دارالترجمہ حیدر آباد دکن سے شائع ہوا۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیسری جلد میں دلائل معجزات اور فلسفہ جدیدہ" کا حصّہ علامہ سید سلیمان ندوی نے مولانا عبدالباری سے لکھوایا، اور اس اعلان کے ساتھ اس مقالہ کو شریک کیا کہ "ہمارے زمرۂ علماء میں فلسفۂ جدید کا واقف کار مولانا عبدالباری ندوی سے بڑھ کر کوئی نہیں۔"

آپ مولانا سید حسین احمد مدنی کے ہاتھ پہ بیعت ہوئے اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی سے تربیت حاصل کر کے خلافت پائی۔

۱۹۷۱ء میں صاحبِ فراش ہو گئے اور ۲۷ محرم ۱۳۹۶ھ/۳۰ جنوری

۱۹۷۶ء کو آپکا وصال ہوا، مولانا کی وصیت کے مطابق نماز جنازہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے پڑھائی، اور ڈالی گنج کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔ علامہ سید محمد یوسف بنوری لکھتے ہیں کہ "وہ عالم تھے، وہ عارف تھے، وہ صوفی باصفا تھے، سراپا اخلاص تھے۔ ورع و تقوی کے پیکر تھے۔ عصرِ حاضر کے علمائے ربانیین کے ایک ممتاز فرد تھے، دورِ حاضر کے اسلامی مفکر اور فیلسوف تھے۔ فکر کی گہرائی اور قرآنی حقائق کے ذوق میں بیمثل تھے۔ نئی نسل کی تربیت و اصلاح پر غور کرنے میں بے نظیر تھے۔ جدید فلسفے اور جدید الہٰیات پر ان کی نظر اور ہمہ گیری حیرت انگیز تھی۔

حضرت حکیم الامت کے دامن سے وابستگی سے تو ان کی دنیا ہی بدل گئی۔ اپنی جائیداد اور وسائل معاش کو خدمتِ دین کے لئے وقف کر کے حضرت تھانوی کے علوم و معارف کو جدید نسل کی رہنمائی کے لئے مفید سے مفید و مؤثر بنانے کے لئے تمام قلمی و فکری صلاحیتیں ختم کر دیں اور یہ ان کی زندگی کا اہم ترین کارنامہ ہے۔

اصلاحِ علم و عمل کے نام سے سورۃ العصر کی تفسیر لکھ کر تمام علماء اور خادمانِ دین کو عبرت آموز سبق دیا۔ سائنس اور مذہب جیسی نافع و عظیم تصنیف سے تمام فلاسفہ اور ملاحدہ کے سر پر جوتے لگائے اور اللہ تعالیٰ کی حجت پوری کر دی زہد و قناعت کی قابلِ رشک زندگی بسر کی۔۔۔ افسوس کہ ان کے کمالات و خصائص انکے ساتھ دفن ہو گئے علماً اور ارباب قلم میں اس ذوق اور ان خصوصیات کی کوئی ہستی نظر نہیں آتی [1] اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ

---

[1] مولانا سید محمد یوسف بنوری: بصائر و عبر: بیّنات کراچی ربیع الاول ۱۳۹۶ھ ص ۳۲
اس تذکرہ میں مولانا غلام محمد صاحب کے مضمون سے بھی مدد لی گئی ہے اور انہوں نے مولانا کی خود نوشت "اسباق زندگی" سے مدد لی ہے۔

مولانا اطہر علی سلہٹی ؎

١٨٩١ء - ١٩٧٦ء

آپ ١٣٠٩ھ / ١٨٩١ء کو ضلع سلہٹ کے ایک دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم علاقہ کے علماء سے حاصل کی ثانوی تعلیم مدرسہ قاسمیہ مراد آباد اور مدرسہ عالیہ رامپور میں حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ١٣٣٨ھ میں امام العصر مولانا انور شاہ کشمیری، مولانا اصغر حسین، مولانا محمد رسول خان ہزاروی اور مولانا شبیر احمد عثمانی سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ فراغت کے بعد ١٣٣٨ھ میں تھانہ بھون پہنچے اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ اور تین سال کے عرصہ میں منازلِ سلوک طے کر کے "خلافت" حاصل کی۔

تدریسی خدمات

پہلے مدرسہ عالیہ جھگا باڑی میں، پھر مدرسہ قاسم العلوم ضلع کملا میں صدر مدرس

؎ ۔ سوانحی تذکرہ کا اکثر مواد پروفیسر احمد سعید کی کتاب بزم اشرف کے چراغ سے لیا گیا ہے۔

مقرر ہوئے، اور ایک عرصہ تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔

کچھ عرصہ بولائی ضلع کشور گنج کے ایک رئیس کی درخواست پر تشریف لے گئے وہاں کئی سال تبلیغی و اصلاحی کاموں میں مصروف رہے، پھر وطن واپس آ گئے، دوبارہ پھر لے جائے گئے اور دینی کاموں کی وجہ سے مرجع عوام و خواص بن گئے۔ پورن تھانہ میں ایک مسجد تعمیر کرائی، اس مسجد کا پانچ منزلہ مینارہ دہلی کے قطب مینار کی یاد دلاتا ہے حضرت تھانویؒ کے ارشاد پر کشور گنج میں تدریسی اور اصلاحی کام شروع کیا۔ ۱۹۴۵ء میں مدرسہ دارالعلوم قائم کیا جو کچھ عرصہ کے بعد ایک عظیم الشان ادارہ "جامعہ امدادیہ" کی شکل اختیار کر گیا۔

۱۹۴۵ء میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی زیر قیادت جمعیۃ العلماء کی تشکیل ہوئی تو آپ نے حصولِ پاکستان کے لئے مثالی خدمات انجام دیں۔ سلہٹ ریفرنڈم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ قیام پاکستان کے بعد جمعیۃ علماء اسلام کے صدر منتخب ہوئے۔ تمام مشرقی پاکستان میں آپ کے عقیدت مند موجود ہیں۔

وصال: ۹ شوال ۱۳۹۶ھ۔ ۱۹۷۶ء کو بمرض فالج وصال ہوا۔

مولانا مفتی محمد شفیع

۱۸۹۷ - ۱۹۷۶ء

مولانا مفتی محمد شفیع بن مولانا حافظ محمد یٰسینؒ ۲۱ شعبان ۱۳۱۴ھ جنوری ۱۸۹۷ء کو دیو بند ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے آپ کے والد دارالعلوم دیو بند کے فاضل استاذ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے خاص مریدین میں سے تھے آپ کا نام محمد شفیع حضرت گنگوہیؒ کا تجویز کردہ ہے۔[۱]

۱۳۲۵ھ میں دارالعلوم دیو بند میں داخلہ لیا اور ۱۳۳۵ھ میں درسیات ختم کیں۔ ۱۳۳۶ھ میں فنون کی چند اعلیٰ کتب کی تعلیم کے ساتھ ابتدائی کتب کا درس دینا شروع کیا۔ علم طب اور خطاطی کی تحصیل بھی دارالعلوم ہی میں کی۔ ۱۳۳۷ھ میں دارالعلوم دیو بند کے سٹاف میں شامل ہوئے اور ۱۳۶۲ھ میں صدر مفتی بنا دیئے گئے اس عرصہ میں اعلیٰ تدریسی خدمات بھی انجام دیتے رہے۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں میں ہے۔

۱۳۳۹ھ میں شیخ الہند مولانا محمود حسن خلیفہ مجاز حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی' ان کے وصال کے بعد حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی طرف رجوع کیا۔ ۱۳۴۹ھ میں حضرت تھانویؒ نے

۱۔ قاری فیوض الرحمٰن: مولانا مفتی محمد شفیع: جنگ کراچی و پنڈی' ۲۸ اپریل ۱۹۷۷ء ص ۲

آپ کو چاروں سلسلوں میں بیعت کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ ۱۳۶۲ھ میں دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہو کر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور علامہ ظفر احمد عثمانیؒ کے ساتھ تحریکِ پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ جگہ جگہ تقریریں کر کے لوگوں کو حصولِ پاکستان کے لئے ترغیب دلاتے رہے۔ صوبہ سرحد کے ریفرنڈم میں نمایاں کام کیا۔ ۱۱ جون ۱۹۴۷ء کو مولانا شبیر احمد عثمانی اور علامہ ظفر احمد عثمانی کی معیت میں قائد اعظم محمد علی جناحؒ کی قیام گاہ پران سے ملاقات کی اور مبارکباد پیش کی تو قائد اعظم نے فرمایا کہ "مولانا! مبارک باد کے مستحق تو آپ ہیں۔ آپ کی کوششوں سے ہی یہ کامیابی حاصل ہوئی"۔ [1]

۱ مئی ۱۹۴۸ء کو پاکستان کی حدود میں قدم رکھا یہاں متفقہ دستور اسلامی کی جدوجہد کی اور علوم دینیہ کو پھیلانے کا پروگرام دارالعلوم کراچی کے ذریعہ بنایا۔ آپ کی تصانیف کی تعداد ۱۵۰ ہے جن میں تفسیر معارف القرآن آٹھ جلدوں میں عصرِ حاضر کی عجیب تفسیر ہے۔ ۱۱ شوال ۱۳۹۶ھ / ۶ اکتوبر ۱۹۷۶ء کو آپ کا وصال ہوا۔ اولاد میں مولانا محمد ذکی، محمد رضی، محمد ولی، محمد رفیع اور محمد تقی عثمانی ہیں۔

خلفاء میں میر امام الدین دکنی، مولوی محمود حسن مدراسی، مولوی سید محمود حسن کراچی، مولوی عبدالحکیم سکھروی، مولوی محمد طفیل فیصل آبادی، مولوی مفتی عبدالرؤف دارالعلوم کراچی، حکیم امداد اللہ کراچی، شاہ سلیمان کراچی، غلام قادر حال سعودیہ، الحاج محمد عثمان ہیں

---

[1] پروفیسر احمد سعید: حصول پاکستان ص ۲۸۸

[2] مولانا سید محبوب رضوی: تاریخ دارالعلوم دیوبند: ج ۲ ص ۱۳۱

: فیوض الرحمٰن ڈاکٹر: مشاہیر علماء: لاہور: ج ۴ ص ۳۰۶ تا ۳۴۳

: " " ": تعارف قرآن: لاہور: ص ۳۱۵ تا ۳۱۸

علامہ سید محمد یوسف البنوری

۱۹۰۸ء — ۱۹۷۷ء

آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے مشہور خلیفہ حضرت آدم بنوری[1] کی اولاد سے ہیں، آپ ایک علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے سلسلہ نسب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ گڑھی میر احمد شاہ پشاور کے رہنے والے تھے اور یہ محلہ آپ کے پردادا نے آباد کیا تھا' اور اس محلہ میں کوئی بے نماز آباد نہیں ہو سکتا تھا۔ آپ سحری کے وقت ۶، ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء کو مہابت آباد ضلع مردان میں پیدا ہوئے۔

قرآن پاک اور ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا سید محمد زکریا' ماموں مولانا فضل صمدانی اور مولانا عبداللہ سے پشاور میں حاصل کی۔ آپ کی دادی صاحبہ کابل کے شاہی خاندان سے تھیں۔ اس لئے آپ نے عربی صرف و نحو کی تحصیل مولانا عبداللہ بن خیر اللہ (م ۱۳۴۰ھ) سے کابل کے مدرسہ میں کی۔

متوسط علوم و فنون کی کتابیں پشاور کے علماء مولانا عبدالقدیر افغانی اور مولانا محمد صالح قیلغوی افغانی سے پڑھیں۔

۱۳۴۵ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور وہاں علامہ محمد انور شاہ

---

[1] حضرت آدم بنوری نے "بنور" ضلع انبالہ (ھند) میں آکر قیام کر لیا تھا اس لئے بنوری کہلائے۔

کشمیری علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا محمد رسول خان ہزاروی، مولانا سید اصغر حسین اور مولانا محمد ابراہیم بلیاوی سے دو سال تک پڑھتے رہے پھر جب آپ کے استاذ علامہ کشمیری اور علامہ عثمانی نے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کا رخ کیا تو یہ بھی دیگر طلبہ کے ہمراہ ان کے ساتھ چلے گئے اور وہاں ۱۳۴۸ھ میں دورۂ حدیث کے امتحان میں اوّل آئے پھر ایک سال سفر و حضر میں حضرت علامہ کشمیری کی خدمت میں رہ کر بہت کچھ حاصل کیا، پھر مدرسہ رفیع الاسلام بھانہ ماڑی پشاور میں چار سال تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ اس دوران میں چار سال تک جمعیۃ علماء پشاور کے امیر بھی رہے، مگر بعد میں اس وقت کو زیادہ قیمتی کام — خدمتِ علم میں کماحقہ، لگا نہ سکنے پر افسوس کیا کرتے تھے۔ علامہ کشمیری کے وصال کے بعد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں پڑھانا شروع کیا اور ایک عرصہ تک اس کے شیخ الحدیث رہے۔ آپ سے ہزاروں طلبہ نے پڑھ کر تکمیل کی بمبئی اوقاف کے ممبر اور جمعیۃ علماء گجرات کے امیر بھی رہے۔ ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء میں مؤتمر فلسطین منعقدہ قاہرہ میں شرکت کی اور مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی کی علالت کی وجہ سے سارا کام خود کرتے رہے۔

قیام پاکستان کے بعد اپنے استاذ علامہ شبیر احمد عثمانی کے ارشاد پر ۱۲ فروری ۱۹۵۱ء کو پاکستان آئے اور دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈوالہ یار سندھ میں شیخ التفسیر مقرر ہوئے اور تین سال تک وہاں پڑھاتے رہے، پھر مدرسہ اسلامیہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی کی بنیاد رکھی۔ آپ کی مخلصانہ کوششیں اور کاوشیں رنگ لائیں اور اس مدرسہ نے

جامعۃ العلوم الاسلامیہ کی صورت اختیار کر لی۔ اس میں کوئی چالیس مختلف ملکوں کے طلبہ حصولِ علم میں مصروف رہتے ہیں اور انتظام بھی قابلِ قدر اور معیاری ہے۔

آپ ایک مضبوط علمی شخصیت تھے اور تمام علوم میں آپ کا پایہ نہایت بلند تھا، یہی وجہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں بطور مفتی اور جامعہ احمدیہ بھوپال میں علامہ سید سلیمان ندوی کی طلب پر شیخ الحدیث کا منصب پیش کیا گیا مگر آپ نے اپنے استاذ کے ادارہ سے الگ ہونا کسی طرح گوارا نہ کیا۔ آپ مجمع البحوث الاسلامیہ قاہرہ کے رکن تھے اور وہاں کی مؤتمر میں شرکت کیا کرتے۔ مکہ مکرمہ کی مؤتمر رسالۃ المسجد منعقدہ رمضان ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء میں شریک ہوئے اور مقالہ پڑھا اسی طرح طرابلس کی مؤتمر ۱۳۹۰ھ ۱۹۷۰ء میں بطور رئیس وفد شریک ہوئے آپ مجمع اللغہ دمشق کے بھی ممبر تھے۔ آپ نے بہت سے ملکوں کا سفر کیا اور وہاں کے اجتماعات سے خطاب کیا۔ قاہرہ میں پہلی بار ۱۹۳۷ء میں چند کتابوں کی اشاعت و طباعت کے سلسلہ میں گئے تھے۔ اس دوران وہاں کے شیخ علامہ محمد زاہد الکوثری سے بہت استفادہ کیا اور ان سے بھی سند الاجازہ حاصل کی، حرمین شریفین کے کئی شیوخ سے بھی اجازتیں لیں، اور وہاں کے کئی شیوخ نے آپ سے اجازت حاصل کی۔

آپ نے ہر فتنہ کے خلاف آواز اٹھائی اور فتنہ قادیانیت ۱۹۷۴ء آپ کی سربراہی میں اپنے انجام کو پہنچا۔ آپ کا اکثر علمی کام عربی میں ہے۔ آپ عربی فارسی اور پشتو کے ادیب اور قادر الکلام شاعر

بھی تھے۔ آپ نے اپنے استاذ علامہ کشمیری پر نفحۃ العنبر کے نام سے عربی
میں ایک عمدہ کتاب لکھی جو ۱۳۵۳ھ میں دہلی اور ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء
میں مجلس علمی کراچی سے شائع ہوئی۔ بغیۃ الاریب ۱۳۵۷ھ میں
القاہرہ سے شائع ہوئی۔ یتیمۃ البیان (عربی) ۱۹۷۶ء میں کراچی سے
چھپی۔ ترمذی شریف کی عربی شرح معارف السنن چھ ضخیم جلدوں میں
کراچی سے چھپ چکی ہے اور اہلِ علم سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہے۔
الاستاذ المودودی (عربی) دو حصے اس میں مولانا کی بعض عبارات کا
علمی رد ہے۔ آپ نے عربی، اردو اور فارسی میں جن کتابوں پر مقدمات
لکھے وہ الگ "المقدمات البنوریہ" کے نام سے چھپ چکے ہیں، اسی طرح
آپ کا عربی مجموعۂ کلام آپ کے شاگرد ڈاکٹر حبیب اللہ مختار کے اہتمام
سے ۲۸۴ صفحات میں چھپ چکا ہے۔ آپ ماہنامہ بیّنات کے مدیر
تھے اردو میں عصمت انبیاء، ختم نبوت، تسخیر کائنات اور اسلام آپکی تصانیف ہیں۔
آپ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے مجاز صحبت اور حضرت حاجی
امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ مولانا شفیع الدین نگینوی مکی کے خلیفہ تھے۔
اسلامی مشاورتی کونسل میں شرکت کے دوران پنڈی میں بروز پیر ۳ ذیقعدہ
۱۳۹۷ھ/۱۷ اکتوبر ۱۹۷۷ء کو وصال ہوا۔ اور کراچی میں دفن ہوئے۔
مقالات البنوریہ :۔ یہ آپ کے ان عربی مقالات کا مجموعہ ہے،
جو دیوبند کے بارے میں آپ نے مصر کے جرائد و مجلات میں لکھے تھے۔
یہ کتاب بھی چھپ چکی ہے۔ آپ کے وصال کے بعد بیّنات کا بنوری نمبر
کئی سو صفحات میں نکلا جس میں آپ کی زندگی اور کام پہ عمدہ مفصل لکھا
گیا ہے اور لکھنے والوں میں بڑے بڑے لکھنے والے شامل ہیں، اسی طرح

ہفت روزہ خدام الدین کا بنوری نمبر بھی کئی سو صفحات میں منظر عام پر آیا ہے اور یہ بھی قابلِ قدر اور قابلِ دید ہے۔ ۷، مارچ ۱۹۸۰ء کے پاکستان ٹائمز میں راقم الحروف کے مقالہ برائے پی ایچ ڈی (مشاہیر علمائے سرحد) سے ان کے سوانحی تذکرہ کا انگریزی میں ترجمہ شائع ہوا ہے۔

آپ کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ "مولانا محمد یوسف بنوری عربی زبان کے مایہ ناز فاضل ہیں۔ آپ نے کراچی میں مجلسِ علمی کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا ہے جس کا مقصد عربی زبان و ادب اور اسلامی علوم کی اشاعت ہے، یہ ادارہ اب تک کئی اہم اور علمی خدمات انجام دے چکا ہے جس میں سے ایک نفحۃ العنبر کی اشاعت ہے۔

یہ کتاب اصل میں مولانا انور شاہ کشمیری کا مفصل اور جامع تذکرہ ہے جو مولانا یوسف بنوری نے شستہ اور فصیح عربی زبان میں مرتب کیا ہے۔ برصغیر پاک و ہند کے عربی دان عالم کا عربی زبان میں یہ سب سے پہلا اور ضخیم تذکرہ ہے۔" [۱]

مولانا سید محمد یوسف بنوری لکھتے ہیں کہ:۔

"ہمارے استاذِ محترم حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ نے اپنے

---

[۱] تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند۔ عربی ادب ج ۲ ص ۴۱۹

- قاری فیوض الرحمٰن: مشاہیر علمائے دیوبند: لاہور: ۱۹۷۶ء ج ۱ ص ۶۳۵ تا ۶۳۸
- " " : پاک و ہند کے عربی شعراء
- سید محبوب رضوی: تاریخ دارالعلوم دیوبند: ج ۲ ص ۱۶۴، ۱۶۵
- قاری محمد طیب " " " کراچی ص ۸۱ تا ۸۳

ایک فصیح و بلیغ قصیدہ میں اس حقیقت کا پہلی بار انکشاف فرمایا ہے کہ عالمِ اسباب میں عقل انسانی کی اختراعات کے ذریعہ جتنی حیرت انگیز ایجادات ہوئی ہیں اور ہوں گی، ان سب کا نمونہ انبیائے کرام کے معجزات میں موجود ہے۔ درحقیقت انبیائے کرام علیہم السلام کے معجزات پیش خیمہ ہیں اس بات کا کہ آئندہ چل کر نسلِ انسانی اسباب کے ذریعہ یہاں تک ترقی کرے گی۔

وقد قیل ان المعجزات تقدم
بما یرتقی فیہ الخلیفۃ فی مدی

۱۳۴۷ھ کا واقعہ ہے کہ حضرت شیخ امام العصر مولانا محمد انور شاہؒ کشمیر سے واپسی پر لاہور میں آسٹریلین بلڈنگ میں بطور مہمان قیام پذیر تھے، میزبان نے ڈاکٹر اقبال مرحوم کو بھی دعوت دی تھی، مجھے خوب یاد ہے کہ حضرتؒ نے ڈاکٹر صاحب کے سامنے بیان فرمانا شروع کیا، ڈاکٹر صاحب انتہائی حیرت و تعجب سے ہمہ تن گوش تھے اور خوب خوب مستفید ہو رہے تھے، مجھے ارشاد فرمایا "ڈاکٹر صاحب کو میرے قصیدے کے وہ اشعار جو اس مضمون سے متعلق ہیں سناؤ، اتفاق سے مجھے وہ تمام قصیدہ اس وقت محفوظ تھا، میں نے سنانا شروع کر دیا، ڈاکٹر صاحب مرحوم بہت ہی تعجب سے میری طرف دیکھنے لگے"۔

لہ فیوض الرحمٰن ڈاکٹر، معاصرینِ اقبال، لاہور فرنٹیئر پبلشنگ کمپنی ص ۱۲۰ تا ۱۲۰۴
: 〃 〃 : مشاہیر علماء، لاہور: ج ۴ ص ۷۴۸ تا ۷۵۴
: ماہنامہ بینات، البصائر ستمبر ۱۹۶۹ء ص ۹

مولانا محمد عبداللہ بہلوی رح

۱۳۱۳ھ — ۱۳۹۸ھ
۱۹۷۸ء

آپ بروز منگل یکم رمضان ۱۳۱۳ھ میں بہلی شریف، تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب کا نام مولوی محمد مسلم اور دادا صاحب کا مولوی نور محمد ہے۔

ابتدائی تعلیم بہلی شریف میں حاصل کی، قرآن مجید اور فارسی مولانا قادر بخش سے پڑھی، قرآن مجید مولانا غلام محمد جھنڈا والے سے حفظ کیا، دس سال کی عمر میں پرائمری کے ساتھ حفظ قرآن اور تحفۃ الاحرار تک فارسی کی تعلیم حاصل کر کے بمقام بیٹ قیصر میں مولانا عبدالرحمٰن سے تین سال کے عرصہ میں درسِ نظامی کی مختلف کتب کا درس لیا۔ پھر مولانا غلام رسول پونٹوی اور مولوی محمد عظیم سے بھی کچھ کتابیں پڑھیں

اعلیٰ تعلیم کیلئے ۱۳۳۲ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۳۴ھ میں سند الفراغ حاصل کی۔ دورۂ حدیث کی کتابیں تین دن شیخ الہند مولانا محمود حسن رح سے پڑھیں اور پھر وہ حجاز تشریف لے گئے، پھر دورۂ حدیث امام العصر مولانا محمد انور کشمیری، علامہ شبیر احمد عثمانی اور مولانا سید اصغر حسین سے پڑھ کر

فراغت حاصل کی ۔ لے

تدریس

فراغت کے بعد اپنے گاؤں "بہلی شریف" کے مدرسہ مظہر العلوم میں ۱۳۲۵ھ میں لوجہ اللہ درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور برابر چالیس سال تک تفسیر و حدیث کا درس دیتے رہے ۔ آپ کے تلامذہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں ۔ آخر میں کئی سال تک دورہ تفسیر پڑھانے کا مبارک شغل رہا ۔

صوفیانہ مسلک

آپ نے اپنے وقت کے مشہور بزرگوں سے باطنی فیض حاصل کیا ، ان میں مولانا محمد امیر دامانی ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں سے آٹھ سلسلوں میں ، حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ سے تمام سلاسل میں ، مولانا محمد عمر جان چشمہ شریف کوئٹہ والوں سے حضرت مولانا فضل علی قریشی مسکین پوری سے سلسلہ نقشبندی میں ، صوفی عمر جی گجراتی سے سلسلہ قادریہ و مجددیہ میں ، حضرت مولانا تاج محمود امروٹیؒ سے سلسلہ قادریہ میں ، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے سلسلہ چشتیہ میں آپ کو اجازت حاصل تھی ۔

لے ۔ مولوی عبدالحی : سوانح حیات بہلویؒ : ص۱۱ ، آپ نے مولانا محمد امیر دامانی ، حضرت مولانا حسین علی ساکن واں بھچراں میانوالی ، مولانا غلام صدیق راجن پور ڈیرہ غازی خان سے بھی پڑھا ، تفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری سے پڑھی ۔

خلفاء ۱۵ا سے زائد حضرات نے آپ سے خلافت حاصل کی، ان میں آپ کے فرزند مولوی عبدالحی، مولانا ابوالخیر شاہ ملتانی، مولانا عبدالکریم ضلع جھنگ، مولوی حکیم غلام رسول (جھنگ) مولانا سید بشیر احمد مرحوم لودھراں ضلع ملتان، مولانا قاری شہاب الدین بلاک نمبر ۱۶ سرگودھا، مولوی دوست محمد ضلع جھنگ، مولوی محمد امین ملتانی، مولوی عاشق الٰہی مانکوٹ ملتان، مولوی محمد نواز دارین خورد ضلع ڈیرہ اسماعیل خان، مولوی عزیز احمد، مولوی حکیم اللہ شاہ تحصیل علی پور، مظفر گڑھ، حاجی محمد حسین ملتانی، سید محمد شاہ ملتانی، خلیفہ عبدالرحمٰن سبزمنڈی بلاک نمبر ۲۴ سرگودھا اور قاری شیر محمد پڈعیدن نواب شاہ شامل ہیں۔

تصنیفی خدمات

آپ کی تصانیف ۳۰ سے زائد ہیں، ان میں گیارہ پارہ کی تفسیر قرآن (غیر مطبوعہ) شامل ہے۔

فوائد القرآن، المستدلات الأحناف (عربی) عمدۃ الاذکار، طب روحانی، فیض روحانی، محاسبہ اعمال، تحفۃ الفقیر، النجم الثاقب، مہمات تصوف، الکلمات الرجبہ فی تفسیر سورۃ الفاتحہ، معارف السلوک، القول الوجیز، فوائد مختلفہ، کتاب الادعیۃ الوفاء بعہد الاولیاء، آداب الدعا، آداب الذکر، ترک المنکرات اور تین استفتاء کے جواب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حج وعمرہ

آپ کو اللہ تعالےٰ نے سات حج اور ایک عمرہ کی سعادت عطا فرمائی۔

وصال

۲۰ رمحرم ۱۳۹۸ھ/ یکم جنوری ۱۹۷۸ء بوقت شب ۹ بج کر ۲۰ منٹ پر وصال ہوا۔ نمازِ جنازہ میں چالیس ہزار سے زائد حضرات شریک ہوئے، نمازِ جنازہ حضرۃ مولانا محمد عبداللہ درخواستی نے پڑھائی اور مدرسہ اشرف العلوم کے قریب دفن کئے گئے

اولاد

اولاد میں تین فرزند اور چار لڑکیاں ہیں۔ بڑے مولوی عبدالحی صاحب ہیں انہوں نے دورۂ حدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی صاحب سے مدرسہ مخزن العلوم خانپور میں پڑھا ہے۔ اور اب مدرسہ اشرف العلوم حبیب آباد شجاع آباد ملتان کے صدر مدرس ہیں، والد صاحب سے قادری، سہروردی اور نقشبندی سلسلہ میں اجازت حاصل ہے اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی مدظلہم سے سلسلہ چشتیہ میں اجازت حاصل ہے۔ دوسرے مولوی محمد ہاشم اور تیسرے عزیز احمد ہیں۔

مولانا محمد اسعد اللہ

۱۳۱۴ - ۱۳۹۹ھ

آپ کا وطن اصلی رامپور ہے۔ وہیں ۱۳۱۴ھ میں پیدا ہوئے، والد صاحب کا نام مولوی رشید احمد بن مفتی بشارت اللہ ہے۔

ابتدائی تعلیم رامپور میں حاصل کی، پھر تھانہ بھون میں مولانا عبد اللہ صاحب گنگوہی سے درمیانے درجے تک کی کتابیں پڑھیں، کچھ اسباق حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب سے بھی پڑھے۔

۱۳۳۳ھ میں مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور ۱۳۳۴ھ میں مولانا محمد یحییٰ، مولانا ثابت علی، مولانا عبد اللطیف سے دورۂ حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی، جبکہ دوسری کتب مولانا عبد الوحید، مولانا ظفر احمد عثمانی اور مولانا عبد الرحمٰن کامیپوری سے پڑھیں۔

فراغت کے بعد ایک سال تک کتب فنون پڑھتے رہے پھر ہدایۃ الرشید کے ناظم مقرر ہوئے، ۱۳۳۷ھ میں مظاہر میں بطور معین مدرس اور شوال ۱۳۳۸ھ میں باقاعدہ مدرس مقرر ہوئے۔ درس نظامی کی تمام کتب آپ نے کئی بار پڑھائیں۔

۱۹۳۰-۱۹۲۹ء اور ۱۹۳۷-۱۹۳۶ء کو چھوڑ کر (ان سالوں میں ناظم مدرسہ راندیریہ قیام رہا) ہمیشہ مظاہر سے تعلق رہا، یکم صفر ۱۳۶۵ھ سے مظاہر العلوم کے نائب ناظم اور یکم محرم ۱۳۷۴ھ کو ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔

صوفیانہ مسلک زمانہ طالب علمی میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے ہاتھ پہ بیعت ہوئے اور تکمیل سلوک کے بعد انہوں

نے آپ کو چاروں سلسلوں میں خلافت فرمائی۔

شاعری:۔ آپ اردو، فارسی اور عربی کے اچھے شعراء میں سے تھے۔

تصانیف:۔ (۱) اسعاد النحو شرح نحو میر (اردو) صفحات ۸۸، مطبوعہ سال طباعت ۱۹۲۷ء (۲) التحفۃ الحقیرۃ فی لنسبۃ سبع العشیرۃ (علم ہیئت صفحات ۲۸ مطبوعہ ۱۳۵۶ھ (۳) القطائف من اللطائف! صفحات ۳۴ اس میں لطائف ستہ کے متعلق مفید بحث ہے مطبوعہ ۱۳۴۹ھ یہ مضمون لوادر النوادر مولانا اشرف علی تھانوی میں بھی شائع ہو چکا ہے۔(۴) ایک فیصلہ (مطبوعہ لوادر النوادر) (۵) رسالہ المسالمہ فی شرح المکالمہ (مطبوعہ لوادر النوادر) (۶) ہفت اختر۔ حضرت تھانوی کے مواعظ کا مجموعہ (۷) تکمیل العرفان فی شرح حفظ الایمان غیر مطبوعہ (۸) شرح التقصیر (غیر مطبوعہ) (۹) حاشیہ بر طحاوی غیر مطبوعہ (۱۰) تقریر بخاری (غیر مطبوعہ) (۱۱) اشکالات طحاوی کے جوابات (غیر مطبوعہ) (۱۲) عروض با قافیہ (غیر مطبوعہ) (۱۳) شرح حماسہ (غیر مکمل) (۱۴) فتنۂ ارتداد اور مسلمانوں کا فرض۔ یہ رسالہ شدھی تحریک کے دوران بار بار طبع ہوتا رہا (۱۵) صحائف اسعد۔ یہ حضرت تسکین کے نام مکاتیب کا مجموعہ ہے جو مکاتیب جگر کے ساتھ طبع ہو چکا ہے (۱۶) کلام اسعد حصہ اول و دوم، مطبوعہ سال طباعت ۱۳۹۴ھ۔

وصال: آپ کا ۶، رجب ۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۹ء کو سہارنپور میں وصال ہوا[1]

— ؞ —

---

[1] فیوض الرحمٰن ڈاکٹر: مشاہیر علماء: لاہور: ۱۹۷۶ء: ج ا ص ۷۵-۲۷۶

مولانا عبدالوہاب بنگالی

۱۹۸۲ء

آپ قاضی عبدالحکیم صاحب کے فرزند ہیں، آپکے والد زمینداری کیا کرتے تھے کچھ دن کلکتہ میں نوکری بھی کی، بہت دیندار اور صالح تھے۔ آپ ماہ اگست ۱۹۰۱ء میں روح اللہ چاٹگام میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم دارالعلوم معین الاسلام میں حاصل کی، ایک سال مظاہر علوم سہارنپور میں بھی تعلیم حاصل کی، اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۳۳۹ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۴۱ھ میں دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی، اساتذہ میں مولانا انور کشمیری، مولانا عبدالسمیع، مولانا مرتضیٰ حسن، مولانا محمد رسول خان ہزاروی اور علامہ شبیر احمد عثمانی تھے۔ فراغت کے بعد حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کی خدمت میں حاضری دی اور ایک سال انکی خدمت میں رہ کر سلوک کی تکمیل کرکے خلافت حاصل کی۔ وطن آکر دارالعلوم ہاٹھہزاری کی تدریس کے لئے بلائے گئے، وہاں ایک عرصہ دراز تک تدریسی خدمات کے ساتھ نائب مہتمم اور پھر صدر مہتمم کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ آپ نہایت خلیق اور وسیع النظر بزرگ ہیں۔ ریا اور سمعہ سے بہت دور رہتے ہیں۔ دارالعلوم نے آپ کے عرصہ اہتمام میں بہت ترقی کی ہے۔

وصال:۔ ۸ شعبان ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء کو وصال ہوا۔

آپ نے اپنے پیچھے تلامذہ کی ایک کثیر تعداد چھوڑی جو آج کار تدریس کو آگے بڑھا رہے ہیں۔

لے ۔ سوانحی تذکرہ کا مواد تذکرۃ الضمیر کے ذیلی نوٹ سے ماخوذ ہے۔

حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی

۱۸۹۸ - ۱۹۸۳ء

"حکیم الاسلام حضرت علامہ قاری محمد طیب کی شخصیت عالم اسلام خصوصاً برصغیر پاک وہند میں کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ آپ برصغیر میں مسلمانوں کی قدیم اسلامی درسگاہ "دارالعلوم دیوبند" کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے پوتے ہیں اور اس وقت دارالعلوم دیوبند کے مہتمم کی حیثیت سے عالم اسلام خصوصاً ہندوستان کے مسلمانوں میں علم دین کی شمع روشن کئے ہوئے ہیں۔ آپ عظیم محقق، ممتاز عالم دین اور ہندوستانی مسلمانوں کے بزرگ قائد کی حیثیت سے شہرت رکھتے ہیں، متعدد اسلامی کتب کے مصنف ہیں۔ ۵۳ سال سے مسلسل دارالعلوم کے مہتمم ہیں۔ ان کے دور میں دارالعلوم نے ہر شعبہ میں ترقی کی ہے جس کا سہرا بلاشبہ انہی کے سر ہے۔ اسے دلچسپ اتفاق ہی کہہ لیں کہ مولانا محمد قاسم نے ۳۲ سال کی عمر میں دارالعلوم کی بنیاد رکھی، ۳۲ سال کی عمر میں ان کے صاحبزادے مولانا محمد احمد مہتمم ہوئے اور آپ کی عمر بھی ۳۲ سال ہی تھی جب آپ نے دیوبند کے مہتمم کی حیثیت سے فرائض سنبھالے۔

بھارتی مسلمانوں میں ان کے ارفع و اعلیٰ علمی مقام کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب بھارتی حکومت نے مسلمانوں کے "پرسنل لاء" میں مداخلت شروع کی تو اس کا مقابلہ کرنے کے لئے تمام مسلمان سیاسی جماعتوں کے نمائندوں تمام فرقوں۔ سنی، شیعہ، اہلحدیث وغیرہ کے علماء پر مشتمل آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ قائم کیا گیا جس کی صدارت کے عظیم منصب کے لئے آپ کی ضعیف العمری کے

باوجود آپ کو منتخب کیا گیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۸۹ سال ہے اور اب بھی بورڈ کے صدر ہیں۔ آپ کی صدارت میں بمبئی میں بورڈ کا ایک عظیم الشان اجتماع ہوا تھا جس میں ۵ لاکھ نمائندوں نے شرکت کی تھی۔ جس میں حکومت کی مسلم پرسنل لاء میں مداخلت کی شدید مخالفت کی گئی تھی، حکومت ہند اس اجتماع سے ہل کر رہ گئی تھی اور اس کو اس کے بعد مداخلت کی جرأت نہ ہوئی۔ ان کے تین صاحبزادے مولانا محمد سالم قاسمی، مولانا محمد اسلم قاسمی اور پروفیسر اعظم قاسمی ہیں، اوّل الذکر دونوں اس وقت دارالعلوم ہی میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں جب کہ اعظم قاسمی علی گڑھ یونیورسٹی میں اسلامیات کے لیکچرار کے فرائض انجام دے رہے ہیں"۔

مولانا محمد انوری لائل پوری آپ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "حضرت قاری مولانا محمد طیب صاحب بہت بابرکت ہستی ہیں۔ اکثر رائے پور تشریف لاتے تھے، حضرت کی خدمت میں تجدید بیعت کے لئے عرض کیا تھا، حضرت نے فرمایا تجدید بیعت کی ضرورت نہیں، آنجناب تشریف لایا کریں۔ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم ہیں۔ مشاہیر میں سے ہیں"۔

آپ ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۸ء حضرت مولانا حافظ محمد احمد بن حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے گھر دیوبند ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے۔

۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۵ء بعمر سات سال "دارالعلوم" میں داخل کئے گئے، پہلے دو سالوں میں باتجوید قرآن مجید حفظ کیا، پانچ سال میں فارسی، ریاضی اور حساب کا کورس مکمل کیا، پھر آٹھ سال میں درس نظامی کی تکمیل کر کے ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۹ء میں امام العصر مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی آپ کے دوسرے اساتذہ میں مولانا میاں اصغر حسین، مولانا محمد رسول خان،

مولانا احمد شیر وغیرہم حضرات بھی شامل ہیں۔

تدریسی خدمات!

فراغت کے بعد "دارالعلوم" میں حسبتہً للہ تدریس کا آغاز کیا، اور درسِ نظامی کی مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھائیں۔

۱۳۴۲ھ تا ۱۳۴۸ھ دارالعلوم کے نائب مہتمم اور ۱۳۴۹ھ تا حال (۱۳۹۶ھ) مہتمم چلے آرہے ہیں۔

صوفیانہ مسلک

۱۳۳۹ھ میں شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ سے بیعت ہوئے مگر پانچ ماہ بعد آپ کے شیخ کا وصال ہو گیا، پھر حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی طرف رجوع کیا اور ۱۳۵۰ھ میں ان سے منازلِ سلوک طے کرنے کے بعد "خلافت" سے نوازے گئے۔ پھر مرشدی حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ سے سلسلہ قائم کیا انہوں نے بھی آپ کو خلافت عطا فرمائی۔

خطابت

علمی سلسلوں میں درس وتدریس کے علاوہ فنِ خطابت میں آپ کو خداداد ملکہ اور قوتِ گویائی حاصل ہے اور زمانہ طالب علمی ہی سے آپ کی تقریریں پبلک جلسوں میں شوق اور دلچسپی کے ساتھ سنی جاتی تھیں۔ اہم سے اہم اسلامی مسائل پر گھنٹوں تقریر کرنے اور ٹھوس علمی مواد پیش کرنے میں آپ کو کوئی تکلف نہیں ہوتا۔ حقائق واسرارِ شریعت کھولنا اور تخلیق وایجاد مضامین آپ کا خاص حصہ ہے

جسے آپ کے اساتذہ و اکابر بھی تسلیم کرتے ہیں۔ تعلیم یافتہ طبقہ آپ کے علمی اور حکیمانہ اسلوب بیان سے خاص تسلی حاصل کرتا ہے۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں آپ کی تقریریں خصوصی طور پر مقبول ہیں۔ آپ کی معرکۃ الآرا تقریریں خود یونیورسٹی نے شائع کی ہیں جیسے سائنس اور اسلام، اور ملک کا کوئی خطہ ایسا نہیں ہے جس میں آپ کی تقریروں کی گونج نہ پہنچی ہو۔ ۱۳۵۲ھ میں جب آپ دوسری مرتبہ حج کے لئے روانہ ہوئے تو ہندوستان کے ایک مؤقر وفد کی حیثیت سے سلطان ابن سعود سے ملاقات کی، وہاں آپ کی تقریر عربی میں ہوئی۔ سلطان نے جواباً شکریہ کی تقریر کی اور بوقت رخصت شاہی خلعت اور بیش قیمت کتب دینیات سے اعزاز بخشا۔

اسی سفر میں مدینہ منورہ کے المدرسۃ الشرعیہ کے سالانہ اجلاس میں بھی آپ کی عربی تقریر قابل ذکر ہے جو مختلف عربی ممالک کے مجمع میں ہوئی اور پسند کی گئی۔

۱۳۵۸ھ میں آپ کا سفر افغانستان علمی خدمات کی ایک مستقل تاریخ ہے۔ آپ نے دارالعلوم دیوبند کے نمائندہ کی حیثیت سے دارالعلوم اور حکومت افغانستان کے درمیان علمی و عرفانی روابط قائم کرنے کے لئے یہ سفر اختیار کیا تھا، آپ حکومت کے مہمان ہوئے اور وہاں کے علمی حلقوں نے آپ کا خیر مقدم کیا کابل کی انجمن ادبی، جمعیۃ علماء افغانستان (مجلس قانون ساز) وغیرہ نے آپ کو تقریر کے لئے مدعو کیا، آپ نے فارسی زبان میں برجستہ تقریریں کیں جن سے تمام علمی حلقے متاثر ہوئے۔ اسی طرح شرق اوسط کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی آپ جا چکے ہیں اور اپنے فاضلانہ خطبات سے سامعین کو اپنا گرویدہ بنا چکے ہیں۔

عام تعلیمی خدمات کے سلسلے میں حکومت افغانستان کی خواہش پر آپ نے کابل کی تمام سرکاری یونیورسٹیوں کا معائنہ فرمایا اور ان کے بارہ میں اپنی تفصیلی رائے پیش کی جسے حکومت نے بنظر استحسان دیکھا۔

۱۳۵۹ھ میں والی ریاست قلات (بلوچستان،) کے وزیر تعلیم نے آپ کو نصابِ تعلیم تیار کرنے کے لئے مدعو فرمایا اور آپ نے نہایت جامع اور مفید نصاب مرتب فرمایا۔

تصنیفی خدمات

آپ کی تصانیف کا عدد ایک سو پچیس (۱۲۵) سے متجاوز ہے، ان میں سے چند ایک کا نام درج ذیل ہے ۔

۱ ۔ تشبہ اور اسلام (دو جلدوں میں)۔

۲ ۔ سائنس اور اسلام ۔

۳ ۔ تعلیماتِ اسلام اور مسیحی اقوام ۔

۴ ۔ مسئلہ زبان اور ہندوستان ۔

۵ ۔ دین و سیاست ۔

۶ ۔ اسباب عروج و زوالِ اقوام ۔

۷ ۔ اسلامی آزادی کا مکمل پروگرام ۔

۸ ۔ الاجتہاد والتقلید ۔

۹ ۔ اصولِ دعوتِ اسلام ۔

۱۰ ۔ کلماتِ طیبات (بزرگانِ دیوبند کے احوال و سیر۔)

۱۱ ۔ اسلامی مساوات ۔

۱۲ ۔ تفسیر سورۂ فیل ۔

۱۳ ۔ الطیب الثمر فی مسئلۃ القضاء والقدر ۔

۱۴ ۔ سفرنامہ افغانستان ۔

۱۵ ۔ عرفانِ عارف (مجموعہ کلام)

۱۶ ۔ مقالاتِ طیبات ۔

۱۷ ۔ فطری حکومت ۔

۱۸ ۔ تاریخ دارالعلوم دیوبند ۔

۱۹ ۔ مقالاتِ اکابر دیوبند ۔ (میں بھی شریک ہیں)

۲۰ ۔ اصول دعوت اسلام

۲۱ ۔ ڈاڑھی کی شرعی حیثیت

۲۲ ۔ شرعی پردہ ۔

۲۳ ۔ شانِ رسالتؐ ۔

۲۴ ۔ فلسفہ نماز ۔

۲۵ ۔ اسلام اور فرقہ واریت

۲۶ ۔ مشاہیرِ امت

۲۷ ۔ نذایات الطیب

۲۸ ۔ کلمہ طیبہ ۔

۲۹ ۔ آفتاب نبوت

۳۰ ۔ خطبہ طیبہ مطبوعہ شاہ آباد، صفحات ۱۳۰ ۔ ؎

وصال :۔ ۶ شوال ۱۴۰۳ھ/۱۷ جولائی ۱۹۸۳ء کو وصال ہوا۔

مولانا قاضی عبدالسلام پشاوری

۱۹۰۳ - ۱۹۸۴ء

آپ ۱۰ محرم ۱۳۲۱ھ / مارچ ۱۹۰۳ء کو زیارت کا کا صاحب، تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد صاحب کا نام قاضی عصمت اللہ اور دادا صاحب کا نام قاضی دُرِّ مکنون تھا۔ اور دونوں عالمِ دین تھے۔ اپنے والد اور دادا صاحب سے تعلیم حاصل کی پھر مدرسہ رحیمیہ دہلی اور مدرسہ احمدیہ بھوپال میں ایک ایک سال رہ کر پڑھا، ۱۳۴۱ھ میں مدرسہ عبدالرب دہلی میں داخلہ لیا اور حضرت مولانا عبدالعلیؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔

فراغت کے بعد حضرت تھانوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت ہو گئے، ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ کو حضرت تھانویؒ کی طرف سے آپ کو چاروں سلسلوں میں بیعت کرنے کی اجازت دے دی گئی وطن آکر آٹھ سال تک تدریس کی، ستمبر ۱۹۴۲ء میں اسلامیہ ہائی سکول نوشہرہ میں دینیات کے استاذ مقرر ہوئے اور ساتھ ہی جامع مسجد نوشہرہ میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دینے لگے، سکول کی ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد ہمہ تن درس و تدریس اور وعظ و تبلیغ میں لگ گئے۔

آپ کی تصانیف میں سبیل المؤمنین، صراط مستقیم، العصام اور مسئلہ تملیک خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ دیوان حافظ الپوری اور دیوان علی خان کی پشتو زبان میں شرحیں لکھی ہیں، یہ دونوں کتابیں

پشتو فاضل کے امتحان میں داخل نصاب رہی ہیں۔

اسی طرح ان کی "ادبی سوغات" (پشتو) پر ا فیشنسی اور انٹر (پشتو) کے امتحان میں داخلِ نصاب رہی ہیں۔

شاعرانہ ذوق بھی قابلِ قدر ہے، اردو، عربی، پشتو اور فارسی میں شعر کہہ لیتے ہیں، راقم الحروف پر بہت شفقت فرماتے رہے ہیں، اور سند اجازۃ الحدیث بھی عطا فرمائی۔

یکم جنوری ۱۹۸۴ء کو آپ کا وصال ہوا اور اپنے آبائی گاؤں زیارت کاکا صاحب میں دفن کئے گئے۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد نے اس میں شرکت کی [۱]

اولاد:۔ اولاد میں دو فرزند پروفیسر مولانا قاضی عبدالعلّام اور مولانا خلیل الرحمٰن ہیں اور دونوں دینی خدمات میں لگے ہوئے ہیں۔

---

[۱] فیوض الرحمٰن ڈاکٹر: مشاہیر علماءؒ: لاہور: ج ۴ ص ۲۷۴

ماسٹر حاجی محمد شریف

۱۹۰۴ء — ۱۹۸۵ء

آپ منشی نظام الدین کے فرزند تھے۔ ۱۰ دسمبر ۱۹۰۴ء کو مہندی پور ضلع ہوشیارپور میں پیدا ہوئے، میٹرک کے بعد قصبہ میکریاں کے ہائی سکول میں ملازم ہوگئے، پھر کئی سکولوں میں تدریس کی۔ جب آپ میانی افغاناں کے مڈل سکول میں پڑھا رہے تھے تو اسی دوران اپریل ۱۹۲۹ء کی چھٹیوں میں مولانا اشرف علی تھانوی کی خدمت میں حاضری دی اور اس حاضری کا ظاہری سبب، اسی سکول کے ایک استاذ مولوی شیر محمد ہوئے تھانہ بھون کی خانقاہ امدادیہ کے ماحول سے بہت متاثر ہوئے، پھر ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ کو باقاعدہ بیعت کی اور ۱۱ ذوالحجہ ۱۳۵۱ھ کو مجاز بیعت ہوئے۔

اس درمیانی عرصہ میں خطوط کے ذریعے برابر اصلاح کرواتے رہے آپ نے تین سو خط حضرت کی خدمت میں بھیجے، آپ کی اہلیہ کا تعلقِ بیعت حضرت ہی سے تھا انھوں نے ایک سو ستائیس خط لکھے، ان اصلاحی خطوط سے بڑی اصلاح ہوئی، یہ خطوط اب شائع ہو چکے ہیں۔

پھر اس کے بعد قیام ملتان میں رہا، اور یہاں آخری وقت تک اصلاحی کاموں میں مصروف رہ کر ۱۱ اپریل ۱۹۸۵ء کو اللہ کو پیارے ہو گئے، اور مدرسہ خیر المدارس ملتان میں تدفین ہوئی۔

ڈاکٹر عبدالحی عارفی

۱۸۹۸ - ۱۹۸۶ء

آپ ۸ محرم ۱۳۱۶ھ / جون ۱۸۹۸ء کو فجر کے وقت ریاست کدورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد صاحب کا نام مولوی علی عباس (م مئی ۱۹۳۸ء) اور دادا کا نام مولوی ناظم حسین تھا۔

آپ اپنے دادا صاحب کی تربیت میں رہے۔ ۱۹۰۴ء میں عربی اور فارسی کی کتابیں پڑھانا شروع کی گئیں۔ ۱۹۰۸ء میں انگریزی اسکول کے درجہ سوم میں داخلہ لیا۔ کانپور اور پھر علیگڑھ میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۲۴ء میں بی اے اور ۱۹۲۶ء میں لکھنؤ یونیورسٹی سے قانون کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۲۷ء سے ۱۹۳۲ء تک ہردوئی میں وکالت کی پھر جولائی ۱۹۳۲ء میں ہردوئی سے جونپور آگئے اور وکالت شروع کر دی۔ دسمبر ۱۹۳۵ء میں وکالت کا پیشہ ختم کر کے جنوری ۱۹۳۶ء سے ہومیو پیتھک ڈاکٹری کو ذریعہ معاش بنایا اور اس پیشہ میں بہت جلد شہرت اور کامیابی حاصل ہوئی۔ ۱۳ / جون ۱۹۵۰ء کو کراچی آگئے۔ ۱۹ / اگست ۱۹۵۰ء سے رابسن روڈ پر مطب شروع کیا۔ ۱۹۵۰ء سے ۱۹۵۵ء تک پیر الٰہی بخش کالونی میں قیام رہا۔ پھر ریڈیو پاکستان کے قریب ایک فلیٹ میں منتقل ہو گئے۔ دسمبر ۱۹۶۹ء کو نئے مکان ای ۶۵ بلاک ایف شمالی ناظم آباد میں منتقل ہو گئے۔

اگست ۱۹۲۷ء میں حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی خلیفہ مجاز حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے ہاتھ پہ بیعت ہوئے اور تکمیل سلوک کے بعد جنوری ۱۹۳۶ء میں بیعت کرنے کی اجازت عطا فرمائی، لیکن

حضرت سے اصلاحی تعلق ان کے وصال ۱۳۶۳ھ ۱۹۴۳ء تک برابر رہا۔ حضرت نے لاہور کی ایک ملاقات میں راقم الحروف سے بیان کیا کہ میں نے عربی اور درسِ نظامی کی کتابیں اپنے طور پر ساری پڑھی ہیں۔

آپ نے بڑی بھرپور زندگی گزاری، بہت سے لوگوں کی اصلاح فرمائی ۱۳ مارچ ۱۹۶۳ء کو حج کے لئے روانگی ہوئی اور ۲۲ مئی ۱۹۶۳ء کو واپسی ہوئی اس کے بعد ۱۷ مئی ۱۹۶۵ء کو بحری جہاز سے عمرہ کے لئے گئے، ۲۰ جون ۱۹۶۵ء کو واپسی ہوئی، دوسرا عمرہ مئی ۱۹۷۶ء میں کیا۔

وصال:۔ ۲۷ مارچ ۱۹۸۶ء کو آپ کا وصال ہوا۔ اسی دن ساڑھے چار بجے شام دارالعلوم کراچی میں مولانا محمد تقی عثمانی نے نماز جنازہ کی امامت کرائی۔ نمازِ جنازہ میں جنرل محمد ضیاء الحق، گورنر سندھ اور دیگر اعلیٰ سرکاری، سول آفیسرز اور عام مسلمانوں اور عقیدت مندوں کی ایک بڑی تعداد شریک ہوئی۔

تصانیف:۔ تصانیف میں اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں اور کئی زبانوں میں اس کا ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔

احکامِ میت: اس میں مرض الموت سے لیکر موت اور بعد الموت تک کے تمام اسلامی مسائل بیان کئے گئے ہیں۔

بصائر حکیم الامت: تصوف پر حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تعلیمات کا بیش بہا خزانہ ہے۔

مآثر حکیم الامت اس کے مرتب مسعود حسن صاحب ہیں: حکیم الامت کا نئے انداز سے تعارف اور ان کی تعلیمات پر سیر حاصل بحث جسے پڑھ کر اتباعِ سنت کا جذبہ بیدار ہو جاتا ہے۔

صہبائے سخن:۔آپ کے کلام اردو/فارسی کا ایک حسین مجموعہ جو نہایت خوبصورتی کے ساتھ چھپا ہے۔ اور معمولاتِ یومیہ و مختصر نصاب اصلاحِ نفس۔

اولاد:۔ ۲۴ دسمبر ۱۹۲۴ء کو آپ کا نکاح پھوپھی زاد بہن سے ہوا تھا، سید سجاد علی صاحب آپ کے خسر اور پھوپھا تھے۔ تین بیٹے کمسنی میں انتقال کر گئے۔ اب تین فرزند حسن، احسن اور مستحسن بقیدِ حیات ہیں۔

خلفاء: مجازین بیعت کی تعداد سولہ ہے ان میں مولانا نذیر احمد شیخ الحدیث مدرسہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد، مولانا عبدالرزاق ہاشمی مدرس جامعہ اسلامیہ محمودیہ مانسہرہ، مولانا سبحان محمود استاذ دارالعلوم کراچی، مولانا مشرف علی تھانوی استاذ جامعہ اشرفیہ لاہور، مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی دارالعلوم کراچی، مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دارالعلوم کراچی، حافظ ابرار الحق امام و خطیب جامع فیڈرل کیپٹل ایریا کراچی، ڈاکٹر حافظ محمد الیاس جنرل منیجر ہمدرد دواخانہ ۶۳ بہادر یار جنگ ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی، حافظ عتیق الرحمٰن اکاؤنٹنٹ جنرل ہمدرد دواخانہ آدم بھائی پٹیل، محمد کلیم ناظم آباد، رفعت احمد خان صاحب ناظم عائشہ باوانی ٹرسٹ، ڈاکٹر نعیم اللہ اناج بازار سکھر، علی حماد رضا ۵۔ اے بلاک این، شمالی ناظم آباد کراچی، مولوی عبدالرزاق صاحب مقابل مسلم کمرشل بینک کوہاٹ سٹی اور مولوی عبدالرحمٰن افغانی عرشی مسجد سٹیلائٹ ٹاؤن راولپنڈی۔

اور مجازین صحبت میں مظفر احمد اشرف فنانس سیکرٹری پاکستان اسٹیل ملز کراچی، عابد حسین زبیری ناظم آباد کراچی، سید اختر حسین سیکرٹری وزارت مالیات حکومت آزاد کشمیر مکان ۳۴، اسکول روڈ اسلام آباد، رحمت علی صاحب ڈپٹی سیکرٹری خیابان قائداعظم جی ۹/۱ جی اسلام آباد اور دبیر علی کوارٹر ۲/۱،۲ ای جی ۶/۲ اسلام آباد اور تجدیداً اجازت والے بھی آٹھ حضرات ہیں۔[1]

---

[1] فیوض الرحمٰن ڈاکٹر: مشاہیر علماء: لاہور ج: ۴ ص ۴۵۷ تا ۴۵۹

مولانا محمد اللہ بنگالی

۱۳۱۷ ـــ ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء

آپ ۱۳۱۷ھ کے لگ بھگ نواکھلی بنگال میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی، قرآن پاک قاری عبدالسلام پانی پتی سے حفظ کیا، پھر مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور درس نظامی کی تکمیل کی۔

مدرسہ یونسیہ کملا میں چار سال تدریس کرنے کے بعد نیا مدرسہ اشرف العلوم قائم کیا، اسی زمانہ میں شاہی مسجد لال باغ میں امام مقرر ہوئے، اور یہاں جامعہ قرآنیہ کے نام سے مدرسہ نے شہرت پائی۔ آپ کی زندگی درس و تدریس اور اصلاح معاشرہ میں گزری ہے۔ آپ "حافظ جی حضور" کے نام سے مشہور تھے۔

اپنے ایک ہمدرس ساتھی مولانا شمس الحق فریدپوری کی معیّت میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کی خدمت میں حاضر ہوئے، ۱۳۴۵ھ میں مسلسل پانچ ماہ حضرت کی خدمت میں رہے۔ تربیتِ سلوک کا یہ سلسلہ جاری رہا اور تکمیل پر حضرت نے اپنے "مجازین بیعت" کی فہرست میں آپ کا نام بھی شامل کر دیا۔ آپ کو مولانا محمد عیسیٰ کی طرف سے بھی بیعت کرنے کی اجازت حاصل تھی۔

حضرت تھانوی کے وصال سے ۱۲ دن پہلے مولانا ظفر احمد عثمانی کی معیت میں تھانہ بھون حاضری کی سعادت ملی، اس دوران میں حضرت سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا۔

وصال:۔ آپ کا ۸ رمضان ۱۴۰۷ھ/ ۷ مئی ۱۹۸۷ء کو وصال ہوا۔

خلفاء کی تعداد ساٹھ سے اوپر ہے۔

مولانا شیر محمد ہوشیار پوری

۱۸۹۹ - ۱۹۸۹ء

۱۰ مارچ ۱۸۹۹ء کو گھوگھرہ ضلع ہوشیار پور میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب کا نام میاں فتح الدین ہے۔ ۱۹۱۳ء میں مڈل کا امتحان پاس کیا، ۱۹۱۵ء میں بھدی پرائمری سکول میں نائب مدرس مقرر ہوئے اور ساتھ ہی چودھری رحمت خان (مرحوم) سے قرآن مجید پڑھا۔

مولانا غلام مصطفےٰ استاذ سوسہ ہائی سکول اور مولانا احمد علی سے درسِ نظامی کی کتابیں پڑھیں یہ دونوں بزرگ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری سے بیعت تھے۔ اسی دوران منشی فاضل کا امتحان پاس کر کے گورنمنٹ ہائی سکول ہوشیار پور میں فارسی مدرس مقرر ہوئے۔ دینی تعلیم کی تحصیل یہاں بھی جاری رہی۔

صوفیانہ مسلک

دسمبر ۱۹۱۹ء میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کی خدمت میں پہلی حاضری دی اور پھر انہی کے ہو رہے۔ ۱۹۲۹ء سے ۱۹۴۳ء تک کے عرصہ میں خوب خوب استفادہ کیا۔ ۱۱ صفر ۱۳۵۴ھ کو حضرت تھانوی کا ایک مکتوب گرامی حسب ذیل مضمون کا آپ کو موصول ہوا۔

"ازاشرف علی"

مشفقم شیر محمد صاحب!

السلام علیکم! بے ساختہ قلب پر وارد ہوا کہ آپ کو اجازت بیعت و تلقین کی دوں۔ اگر کوئی طالبِ حق درخواست کرے تو قبول کر لیں اور اپنے خاص احباب کو اس کی اطلاع کر دیں۔"

دعا برکت کرتا ہوں۔ والسلام

مقام تھانہ بھون ۱۱ر صفر ۱۳۵۴ھ

آپ نے ایک شعر میں مرشد کے تین حق بتائے۔

تین حق مرشد کے ہیں تو یاد رکھ اعتقاد و اعتماد و انقیاد

وصال:۔ ۱۰ راپریل ۱۹۸۹ء کو آپ کا گوجرہ، فیصل آباد میں وصال ہوا، اور وہیں دفن کئے گئے۔

ا؎ مواد پروفیسر احمد سعید کی کتاب بزم اشرف سے لیا گیا ہے۔ الفاظ اکثر اپنے ہیں۔

مولانا فقیر محمد پشاوری

۱۹۰۷ - ۱۹۹۱ء

آپ ۱۹۰۷ء کو "قطعی"[1] "حوانٹری" مہمند ایجنسی میں جناب جناب محمد حق خان خائستہ خان کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا عالم باعمل اور صاحب نسبت بزرگ تھے[2]

اپنے علاقہ میں تعلیم کا کوئی انتظام نہ تھا اس لئے آپ کے والد صاحب آپ کو چارسدہ لے آئے، وہاں قرآن مجید کے علاوہ چند ابتدائی کتابیں "کابل ملاّ" سے "ابراہیم زئی" میں پڑھیں۔ آپ کے والد صاحب محنت مزدوری کر کے آپ کو اپنی سرپرستی میں رکھ کر تعلیم دلواتے رہے۔

پھر علاقہ چھچھ، کیمبل پور میں "کوہستان ملاّ" اور "دلیہ" گاؤں کے علماء سے پڑھتے رہے۔ پھر جلالیہ کے مولانا عبداللہ جان سے شرح جامی پڑھی۔

اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ امرتسر میں حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رح کی خدمت میں پہنچے، اور دس سال کے عرصہ میں تقریباً[3] تمام درس نظامی کی تکمیل حضرۃ مفتی صاحب سے کر کے سند الفراغ حاصل کی۔

---

[1] ۔ قطعی کا نام اب فقیر آباد رکھ دیا گیا ہے۔

[2] ۔ آپکے دادا ۔ مولانا عبدالغفور صاحب سوات کے ایک خلیفہ ساکن جلال آباد کابل کے خلیفہ تھے۔

[3] ۔ مولانا عبدالرحمٰن ہزاروی سے صرف تین کتب ہدایہ، مختصر المعانی اور نور الانوار پڑھیں باقی سب مفتی صاحب سے۔

چونکہ آپ کے استاذ حضرت مفتی صاحب — حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ اعظم تھے اس لئے ان کے ساتھ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون آپ کی آمد و رفت بھی ہوتی رہی۔ انہی سے بیعت ہوئے اور منازل سلوک طے کر کے ۱۳۵۷ھ میں خلافت حاصل کی۔

آپ پر اکثر گریہ طاری رہتا تھا، حضرت تھانوی کے ہاں جب جاتے تو وہ فرمایا کرتے تھے کہ "رونق آگئی، رونق آگئی"۔

ایک دفعہ حکیم الامت کی علالت کے دوران جب آپ نے خوب خدمت کی تو فرمایا کہ:-

"تم دونوں نے میری بہت خدمت کی ہے"۔ [۱]

تو آپ نے عرض کیا کہ:

"یہ تو جناب کی کرم نوازی ہے کہ ہم پہاڑی لوگوں سے خدمت کرواتے ہیں، ورنہ آپ کے تو ہزاروں خادم ہیں"۔ [۲]

اصلاح خلق میں خوب محنت فرما رہے ہیں، کئی حضرات نے آپ سے سلوک کی تکمیل کر کے خلافت حاصل کی ہے۔ ان کے اسمائے گرامی

---

[۱] ۔ آپ کے دوسرے ساتھی مولانا عبدالکریم تھے، چھ ماہ تک حضرۃ تھانویؒ کے ساتھ رہے اور علالت کے دوران خدمت کرتے وقت نہ رات دیکھی، نہ دن اس پر حضرت تھانوی نے یوں ارشاد فرمایا تھا۔

[۲] ۔ حضرت تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ "یہ دونوں میری خدمت بھی کرتے ہیں اور میرا احسان بھی مانتے ہیں۔

درج ذیل ہیں۔

(۱) مولانا محمد اشرف خان صاحب ایم اے صدر شعبہ عربی پشاور یونیورسٹی۔

(۲) مولانا غلام محمد صاحب بی اے کراچی (۳) ڈاکٹر محمد یوسف صاحب کراچی۔

(۴) الحاج ارباب محمد فرید صاحب، لنڈی ارباب، پشاور (۵) جناب عبدالسمیع صاحب

(۶) جناب عبدالوحید خان صاحب سی ۱۶۔ بلاک ایچ، شمالی ناظم آباد کراچی نمبر ۳۳

(۷) جناب کرنل طور صاحب (۸) جناب چشتی صاحب (۹) جناب صوفی عبدالکریم صاحب

(۱۰) شیخ الحدیث مولانا محمد حسن جان مدنی، شیخ الحدیث محمد ایوب جان بنوری

دارالعلوم سرحد، مولانا مفتی احمد الرحمٰن، مولانا قاری سعید الرحمٰن، جناب حلیمی صاحب

اولاد: اولاد میں حاجی عبدالرحمٰن، عبدالودود اور حافظ محمد اسحٰق ہیں۔

اول الذکر حاجی عبدالرحمٰن صاحب کی مولانا نے دستار بندی کرائی۔

مدرسہ اسلامیہ:۔ ۱۹۷۲ء میں آپ نے فقیر آباد میں "مدرسہ اسلامیہ" کی بنیاد رکھی جو کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے

وصال:۔ ۲۳۔ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ / ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۱ء کو رات آٹھ بجے آپ کا وصال ہوا۔ آپ کے فرزند حاجی عبدالرحمٰن صاحب کا کہنا ہے کہ آخری وقت میں زبان پر اللہ اللہ کا ذکر جاری رہا اور آخر میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ کر جان جان آفرین کے حوالے کر دی۔

آپ نے ۱۹۷۵ء میں لنڈی ارباب پشاور میں ایک مدرسہ "فریدیہ ہارونیہ" کی بنیاد رکھی جس میں طلبہ قرآن پاک حفظ کرتے ہیں مدرسہ کے متصل ایک مسجد اور اسکے متصل ایک خانقاہ "خانقاہ امدادیہ اشرفیہ" کے نام سے قائم کی جہاں ہر جمعہ کی صبح کو ایک مجلس ہوا کرتی ہے۔ نیز آپ مدرسہ امداد العلوم پشاور کے سرپرست تھے۔

مولانا مسیح اللہ خان علیگڑھی

۱۹۹۲ء ـــــ

آپ ۱۳۲۹ھ کو علیگڑھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم درجہ ششم تک سرکاری سکول میں حاصل کی ابتداء سے مشکوٰۃ تک اپنے وطن میں تعلیم حاصل کی پھر اعلیٰ دینی تعلیم کے حصول کے لئے دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور وہیں سے ۱۳۵۱ھ میں سند الفراغ حاصل کی۔ اساتذہ میں مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا محمد رسول خان ہزاروی، مولانا اعزاز علی، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی شامل ہیں۔

تربیتِ اخلاق کے سلسلہ میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔

رمضان المبارک خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں گزارتے تھے۔ ۱۳۵۱ھ میں آپ رمضان المبارک تھانہ بھون میں گزار کر واپس آئے تو حضرت تھانویؒ کو خط لکھا جس کے جواب میں ۲۵ شوال ۱۳۵۱ھ کو حضرت تھانویؒ نے آپ کو خلافت عطا فرمائی۔

آپ حضرت تھانویؒ کے مخصوص خلفاء میں سے تھے۔ اپنی علالت کے دوران حضرت تھانویؒ نے جن گیارہ مخصوص خلفاء کی طرف رہنمائی فرمائی تھی۔ ان میں ایک آپ بھی شامل تھے۔

ایک مرتبہ کسی کے استفسار پر فرمایا "عیسیٰ (مولانا محمد عیسیٰ صاحب) اور مسیح دونوں بڑھ گئے ہیں "

ایک مرتبہ حضرت تھانویؒ نے جلال آباد کے ایک جلسہ میں سب لوگوں کے سامنے ارشاد فرمایا کہ :۔

"میرے جی میں ایک بات ہے اسے میں کیوں نہ کہدوں اور میں سب کے سامنے صاف صاف کہتا ہوں کہ مولوی مسیح اللہ صاحب سے مجھے محبّت ہے" [۱]

آپ ایک عرصہ سے مفتاح العلوم جلال آباد ضلع مظفر نگر بھارت میں بطور صدر مدرس تدریسی خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔ آپ کے تلامذہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔

آپ کی تصانیف میں شریعت و تصوّف (دو جلدیں) ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصولِ تبلیغ، فضل الباری، مواعظ، ذکر الٰہی، اخلاص، الخ، ختم البخاری، ملفوظات التوحید الحقیقی، حفظ المسلم، فضیلتِ طہارت، فضیلت علم اور تعلیماتِ اسلام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

وصال :۔ ۱۶۔ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ / ۱۲ نومبر ۱۹۹۲ء کو وصال ہوا اور جنازہ میں ایک لاکھ کے قریب مسلمانوں نے شرکت کی۔

خلفاء :۔ آپ کے خلفاء میں درج ذیل حضرات شامل ہیں :۔

۱۔ حاجی محمد فاروق بیت الاشرف باغِ حیات سکھر۔

۲۔ ڈاکٹر محمد تنویر احمد خان لطیف آباد حیدر آباد

---

[۱] پروفیسر احمد سعید "بزمِ اشرف کے چراغ" لاہور، ۱۹۸۵ء، ص ۳۶،۳۵

: رشید اشرف، البلاغ مفتی اعظم نمبر: کراچی ۱۳۹۹ھ ص ۹۱۹

: فیوض الرحمٰن، ڈاکٹر: مشاہیر علماء لاہور: ۱۹۷۶ء ج ۱ ص ۵۸۶

۳۔ ڈاکٹر عبدالغفار شیخ — بیراج روڈ سکھر۔
۴۔ کرنل ارشد ایاز — چوبرجی کوارٹرز ملتان روڈ لاہور۔
۵۔ ڈاکٹر عقیل الدین احمد — بیت الاشرف ۸/۲ اے ماڈل ٹاؤن لاہور۔
۶۔ حبیب اللہ صاحب — ایس پی آئی ٹی سروس موٹر گجرات۔
۷۔ حاجی محمد بشیر احمد — زمیندارہ بوٹ شاپ لیہ۔
۸۔ مولانا وکیل احمد صاحب — بیت الاشرف ۸/۲ اے ماڈل ٹاؤن لاہور۔
۹۔ خلیل احمد وکیل — نارتھ کراچی ۳۶/۲۔
۱۰۔ ڈاکٹر محمد سراج (ماہر چشم) — بنوں، سرحد۔
۱۱۔ اعجاز علی صاحب — سکھر۔

آپ کے وہ خلفاء جو انتقال کر چکے ہیں ان کی تعداد چودہ ۱۴ اور افریقہ امریکہ اور برطانیہ میں جو خلفاء ہیں ان کی تعداد دس ہے، جبکہ ہندوستان میں آٹھ اور جنہیں تجدیداجازت حاصل ہے وہ بھی تعداد میں آٹھ ہیں۔

مولانا کفایت اللہ شاہجہان پوری

آپ محلہ مہمند جنگلہ شاہجہان پور کے باشندہ ہیں۔ منشی سید سلطان حسن میاں سے فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ جملہ علوم و فنون عربیہ کی تحصیل مدرسہ "عین العلم" شاہجہان پور میں مولانا مفتی عبد الغنی سے کی۔ ۱۹۲۰ء میں سندِ فراغ اور دستارِ فضیلت حاصل کی۔

یکم نومبر ۱۹۲۱ء کو مدرسہ سعیدیہ جامع مسجد میں دینیات اور عربی کی تعلیم پہ تقرر ہوا، ۱۹۳۱ء میں اسی مدرسہ میں صدر مدرس کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ تمام علوم و فنون کی کتابیں زیرِ درس رہیں۔ تدریس کے ساتھ فتویٰ نویسی کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔

رمضان ۱۳۴۰ھ کو پہلی بار خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں حاضری دی اور ۱۸ رمضان المبارک ۱۳۴۰ھ کو بعد نمازِ ظہر خانقاہ میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور منازلِ سلوک طے کیں۔ ۵ مئی ۱۹۳۵ء کو حضرت تھانویؒ نے بذریعہ خط آپ کو "خلافت" عطا فرمائی اور پھر پرچہ "النور" بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ میں جدید مجازینِ بیعت کی فہرست میں آپ کا نام بھی شائع فرما دیا[1]

---

[1] ۔ پروفیسر احمد سعید: بزم اشرف کے چراغ: مئی ۱۹۷۵ء: صفحہ ۴۶، ۴۷، ۴۸ سے مدد لی گئی ہے۔

مولانا عبدالعلیم بردوانی

آپ پنڈیرہ ڈاک خانہ بڑا شام بازار ضلع بردوان کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد بزرگوار دیوانی عدالت کے سررشتہ دار اور نہایت ہی متمول اور صاحب جائیداد تھے۔ آپ اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے انہوں نے آپ کو مولانا محمد اسحٰق بردوانی (خلیفہ مجاز حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ) کے زیر سایہ جامع العلوم کانپور میں تحصیلِ علم کے لئے بھیجدیا جہاں آپنے دینی تعلیم حاصل کی، بردوان کا خطہ ہندوؤں کا تھا مگر سب لوگ آپ کی بے حد تعظیم کیا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کو تاحیات زبردستی یونین بورڈ کا صدر منتخب کرتے رہے۔ اس کے ذریعہ سے آپ رفاہِ عام کے کام بھی بحسن وخوبی انجام دیتے رہے۔ آپ کے تقویٰ وطہارت کے سبب ہندو سب ڈویژنل آفیسر تک آپ کے مدّاح تھے۔ ہندو آفیسر جب کبھی یونین بورڈ کے معائنہ کے لئے آتے تو آپ سے ازراہِ عقیدت درخواست کرتے کہ اپنی تسبیح ہمارے سروں پر پھیر دیجئے۔

آپ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ "سے مجاز" تھے۔[1]

---

[1] ۔ پروفیسر احمد سعید: بزمِ اشرف کے چراغ: لاہور ۱۹۷۵ء (سے امداد لی گئی)

مولانا مفتی حمید حسن دیوبندی

آپ ۷ مارچ ۱۹۰۷ء کو دیوبند ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے ۔ والد صاحب کا نام سید حسن اور دادا کا حکیم محمد حسن تھا ۔

ابتدائی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں مولانا محمد یٰسین صاحب سے حاصل کی، پھر والد صاحب نے میرٹھ میں اپنے ہاں بلا لیا، مدرسہ عالیہ کنبوہ دروازہ میں مولانا ریاض الدین سے عربی اسباق شروع کئے، دو تین ماہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی سے پڑھتے رہے، پھر مولانا عبد المومن دیوبندی کے سپرد کر دیئے گئے، اور ان سے پڑھتے رہے،

۵ شوال ۱۳۴۲ھ کو دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۴۵ھ میں سند الفراغ حاصل کی ۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا انور شاہ کشمیری، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی، مولانا محمد رسول خاں ہزاروی، خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔

فراغت کے بعد چند سال دارالعلوم دیوبند میں معین مدرس اور مدرس عربی کے طور پر تدریسی خدمات انجام دیں ۔ پھر خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کے عربی مدرسہ میں حضرت تھانویؒ کے ارشاد پر تین سال اور مدرسہ مفتاح العلوم قصبہ جلال آباد میں پانچ سال تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں ۔ ریاست مالیر کوٹلہ کے چیف منسٹر جمیل احمد کی دعوت پر حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ریاست [illegible] کے منصب پر، آپ کو بھجوا دیا ۔ ۷ مئی ۱۹۳۷ء کو آپ کا مفتی ریاست کی حیثیت سے تقرر ہوا اور ایک عرصہ تک خدمات انجام دیں ۔

۱۲ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ کو حضرت تھانویؒ کے ہاتھ پہ بیعت ہوئے اور منازل سلوک طے کر کے قصبہ جلال آباد میں تدریس کے دوران آپ کو بیعت و تلقین کی اجازت عطا فرمائی ۔

مولانا عبدالرشید محمود گنگوہی

۱۳۲۸ھ ـــ

آپ مولانا مسعود احمد کے بیٹے اور علامہ رشید احمد گنگوہیؒ کے پوتے ہیں۔ اپنے جد امجد کی وفات (۱۳۲۳ھ) کے تقریبًا ۵ سال بعد ۱۳۲۸ھ میں پیدا ہوئے درس نظامی کی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں پھر دارالعلوم دیو بند میں داخلہ لیا اور چھ سال وہاں رہ کر مختلف اساتذہ سے مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھکر فراغت حاصل کی علمِ طب کی بھی تحصیل کی اور فنی تربیت کیلئے کچھ عرصہ دہلی میں بھی رہے۔ ۱۹۳۲ء میں اپنے والد کے وصال کے بعد قیام گنگوہ میں رہے اور اپنا مطلب رہے۔ آپ نے تھانہ بھون کا سفر کیا اور وہاں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ہاتھ پہ بیعت ہوئے اور پھر تربیتِ سلوک کے سلسلہ میں آمد و رفت جاری رہی' آخر میں حضرت تھانویؒ نے اپنے مجازینِ صحبت میں شامل کرلیا۔ آپکا کہنا ہے کہ حضرت تھانویؒ نے طریق تصوّف کو بہت آسان کردیا ہے۔

؎ اتنا کیا تھا آپ نے آسان طریق کو :: دشواریوں کو راہ کی منزل بنا دیا

حضرت تھانویؒ سے آخری ملاقات کا تذکرہ یوں کرتے ہیں: "مکان پر تشریف فرما تھے' بعد مغرب کا وقت تھا اندر یاد فرمایا' برسبیل تذکرہ فرمایا" کیا کہوں کہنے کی بات نہیں' بغیر گو یا چارہ بھی نہیں کہ حضرت گنگوہی (مولانا رشید احمد) کو بڑوں بڑوں نے بھی نہیں پہچانا محض علمی عینک سے دیکھا۔" میں نے دل میں کہا کہ آپ کو کتنوں نے پہچانا۔ واقعی پہچان کی بات کتنی مشکل ہے؟ [1]

---

[1] پروفیسر احمد سعید: بزم اشرف کے چراغ: لاہور: ۱۵ مئی ۱۹۷۵ء ص ۳۲۶
: فیوض الرحمٰن ڈاکٹر: مشاہیر علماء: ج ۵۔

مولانا ابرار الحق حقی ساکن ہردوئی

آپ شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی اولاد سے ہیں۔ "ہردوئی" میں پیدا ہوئے آپ کے والد کا نام محمود الحق حقی ہے جو مولانا اشرف علی تھانوی سے عقیدت و ارادت کا تعلق رکھتے تھے۔ اور ان سے مجاز صحبت تھے۔

ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی، پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۳۵۰ھ میں مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور ۱۳۵۷ھ میں سند فراغت حاصل کی۔ طالب علمی کے دوران ہی حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی خدمت میں جانے کا معمول تھا، تکمیل سلوک کے بعد حضرت کی طرف سے مجاز بیعت بنا دیئے گئے۔

ہردوئی میں علم دین کی شمع روشن کی اور "اشرف المدارس" کی بنیاد رکھی۔ یہ مدرسہ بڑی کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے۔

اپنے پیرو مرشد کی قائم کردہ مجلس دعوۃ الحق کا ہردوئی میں از سر نو تعارف کرایا اس مجلس نے بڑی مقبولیت حاصل کرلی، اب بھی اسی مجلس کی زیر نگرانی تبلیغی کام ہو رہا ہے اور دور دراز پر اجتماعات بھی ہوتے رہتے ہیں۔

خود لکھتے ہیں کہ :-

"احقر سے مولانا کی پہلی ملاقات ۱۹۵۰ء میں بحری جہاز کے اندر بسلسلۂ سفر حجاز مقدس ہوئی۔ مولانا اس ناکارہ پر بہت ہی شفقت فرماتے رہے، اس کے بعد پھر حجاز مقدس میں بھی متعدد ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ گزشتہ حاضری ۱۳۹۶ھ میں جب کراچی ہوئی تو حضرت مولانا بنوری احقر کی قیام گاہ پر تشریف لائے، احقر نے عرض کیا کہ میرا تو خود ہی حاضری کا قصد تھا۔ آپ نے کیوں زحمت گوارا فرمائی جب کہ آپ کے پاؤں میں بھی تکلیف ہے۔ ہنس کر فرمایا :-

"اَلْقَادِمُ یُزَارُ - (آنے والے کی زیارت کی جاتی ہے) مولانا کی یہ شان تواضع اپنے چھوٹوں کے ساتھ اس دور میں نوادرات سے ہے۔ پھر جمعہ کے دن حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب دامت برکاتہم کے مکان پر جب بعد از نماز عصر احقر کا بیان تجویز ہوا تھا تو حضرت مولانا موصوف بھی تشریف لائے تھے اور اس کے بعد اپنے مدرسہ میں بھی اس ناکارہ سے بیان کروایا، دارالحدیث میں احقر کے بیان کے اختتام پر حضرة مولانا نے بھی مختصر سا خطاب فرمایا تھا..... احقر کی گزارشات کا جو مجموعہ "مجالس الابرار" کے عنوان سے کراچی سے شائع کیا گیا ہے اس میں حضرت مولانا بنوری کی تقریظ بھی شائع کی گئی ہے جو ہمارے لئے یادگار اور سرمایہ سعادت ہے۔

اکابر کے حسنِ ظن اور ان کی عنایات خاصہ کو احقر اپنے لئے نیک فال سمجھتا ہے۔

"مولانا صدرالدین عامر انصاری لکھتے ہیں :۔

"مولانا ابرارالحق بن محمود الحق سنہ ۱۳۵۰ھ میں مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوئے اور ۱۳۵۷ھ میں سندِ فراغت حاصل کی۔

کچھ مدت تک مظاہر علوم میں بطور معاون مدرس تدریسی خدمات انجام دیں۔ پھر اپنے وطن "ہردوئی" میں مدرسہ "اشرف المدارس" کی بنیاد رکھی۔ اس میں تفسیر اور حدیث کی تدریس کے ساتھ مدرسہ کا اہتمام بھی آپ کے ہاتھ میں ہے۔

عام طور پر اردو میں لکھتے ہیں۔ بدعات اور غیر شرعی رسوم کا قلع قمع کرنے میں کوشاں رہتے ہیں۔ آپ کی علمی خدمات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اشرف الہدایات لاصلاح المنکرات، ۲۔ اشرف النصائح،

اشرف النظام، اشرف التفہیم، الاذکار المسنونہ،

اصلاح الغیبۃ

پندرھویں صدی ہجری کے لئے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی کا ایک عظیم تحفہ

ایک حیات آفریں پیغام

تاریخ دعوت وعزیمت

(چھ حصوں میں)

حصہ اوّل : پہلی صدی ہجری سے لے کر ساتویں صدی ہجری تک عالم اسلام کی اصلاحی وتجدیدی کوششوں کا تاریخی جائزہ، نامور مصلحین اور ممتاز اصحاب دعوت وعزیمت کا مفصل تعارف، ان کے علمی کارناموں کی روداد اور ان کے اثرات ونتائج کا تذکرہ۔

حصہ دوم : جس میں آٹھویں صدی ہجری کے مشہور عالم ومصلح شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ کی سوانح حیات۔ ان کے صفات وکمالات، ان کی علمی وتصنیفی خصوصیات، ان کا تجدیدی واصلاحی کام اور ان کی اہم تصنیفات کا مفصل تعارف اور ان کے ممتاز تلامذہ اور منتسبین کے حالات۔

حصہ سوم : حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ، سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاؒ، حضرت مخدوم شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ کے سوانح حیات، صفات وکمالات، تجدیدی واصلاحی کارنامے، تلامذہ اور منتسبین کا تذکرہ وتعارف۔

حصہ چہارم : یعنی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ (۹۷۱-۱۰۳۴ھ) کی مفصل سوانح حیات، ان کا عہد اور ماحول، ان کے عظیم تجدیدی وانقلابی کارنامے کی اصل نوعیت کا بیان، ان کا اور ان کے سلسلے کے مشائخ کا اپنی اور بعد کی صدیوں پر گہرا اثر اور ان کی اصلاحی وتربیتی خدمات۔

حصہ پنجم : تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، احیائے دین، اشاعت کتاب وسنت، اسرار ومقاصد شریعت کی توضیح وتنقیح۔ تربیت وارشاد اور ہندوستان میں ملت اسلامی کے تحفظ اور تشخص کے بقا کی ان عہد آفریں کوششوں کی روداد، جن کا آغاز حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے اخلاف وخلفا کے ذریعے ہوا۔

حصہ ششم : حضرت سید احمد شہیدؒ کے مفصل سوانح حیات، آپ کے اصلاحی وتجدیدی کارنامے اور غیر منقسم ہندوستان کی سب سے بڑی تحریک جہاد وتنظیم، اصلاح وتجدید اور احیائے خلافت کی تاریخ۔ (دو جلدوں میں مکمل)

ناشر: فضل ربی ندوی

مجلس نشریات اسلام ۱-کے-۳ ناظم آباد مینشن، ناظم آباد نمبر ۱ کراچی ۱۸

محققین اور علمائے کرام کی اہم اور بصیرت افروز تصنیفات

سیرت حضرت عائشہؓ	علامہ سید سلیمان ندویؒ
یادرفتگاں	〃
خطبات مدراس	〃
حیات امام مالک	〃
سیر افغانستان	〃
آپ بیتی	مولانا عبدالماجد دریابادیؒ
معاصرین	〃
بشریت انبیاء	〃
سیرت نبویؐ قرآنی	〃
وفیات ماجدی	〃
قصص و مسائل	〃
قرآن آپ سے کیا کہتا ہے	مولانا محمد منظور نعمانی
دین و شریعت	〃
اسلام کیا ہے ؟	〃
حضرت عثمان ذوالنورینؓ	مولانا سید احمد اکبرآبادیؒ
فہم القرآن	〃
وحی الٰہی	〃
مجالس صوفیہ	مولانا سید صباح الدین عبدالرحمٰنؒ
بزم رفتہ کی سچی کہانیاں	〃
مسلمانوں کے عروج و زوال کے اسباب	〃
قرآن مجید اور دنیائے حیات (جدید سائنس کی روشنی میں چند حقائق)	مولانا شہاب الدین ندوی
اسلامی شریعت علم اور عقل کی میزان میں	〃
قرآن، سائنس اور مسلمان	〃
تخلیق آدم اور نظریہ ارتقا	〃

لغات القرآن	مولانا عبدالکریم پاریکھ
قوم یہود اور ہم قرآن کی روشنی میں	〃
صدر یار جنگ (مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی کی سوانح حیات)	مولانا شمس تبریز خاں
مسلم پرسنل لاء اور اس کا عائلی نظام	〃
اسلام اور غیر اسلامی تہذیب	شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ
سیرت خلفائے راشدینؓ	امام اہلسنت مولانا عبدالشکور فاروقیؒ
تاریخ مشائخ چشت	حضرت مولانا محمد زکریاؒ
معاشرتی مسائل	مولانا محمد برہان الدین سنبھلی
شبلی معاندانہ تنقید کی روشنی میں	سید شہاب الدین دسنوی
مولانا محمد علی مونگیریؒ	مولانا محمد الحسنی ندویؒ
جزیرۃ العرب	مولانا محمد رابع ندوی
تعلیم القرآن	[illegible]
محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے	مولانا تقی الدین ندوی
حسن معاشرت	خیر النساء صاحبہ (مرحومہ) والدہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
ریاض الصالحین (اردو) دو جلدوں میں مکمل	امۃ اللہ تسنیم
اصح السیر	مولانا حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف داناپوریؒ
اسلام کا زرعی نظام	مولانا محمد تقی الدین امینی
مقالات سیرت	ڈاکٹر آصف قدوائی
عیون العرفان فی علوم القرآن	قاضی مظہر الدین بلگرامی
سیرت الصدیقؓ	مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانیؒ
عورت	افتخار فریدی
طوفان سے ساحل تک	محمد اسد سابق لیوپولڈ ویس
علم جدید کا چیلنج	وحید الدین خاں

ناشر: فضلِ ربی ندوی

مجلس نشریاتِ اسلام ۱-کے-۳ ناظم آباد مینشن۔ ناظم آباد نمبر ۱ کراچی ۱۸

حضرت تھانویؒ کی تمام کُتب کے حصول کے لئے ٹیلیگرام کے درج ذیل چینل پر تشریف لے جائیں

@TaleefatHakeemUlUmmatThanvi

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
کی چند اہم شاہکار تصنیفات

تاریخ دعوت و عزیمت مکمل (۵ حصے)
مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش
انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر
منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین
دریائے کابل سے دریائے یرموک تک
تذکرہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادیؒ
تہذیب و تمدن پر اسلام کے اثرات و احسانات
تبلیغ و دعوت کا معجزانہ اسلوب
مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں
نئی دنیا (امریکہ) میں صاف صاف باتیں
جب ایمان کی بہار آئی
مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت
حجاز مقدس اور جزیرۃ العرب
عصر حاضر میں دین کی تفہیم و تشریح
تزکیہ و احسان یا تصوف و سلوک
مطالعہ قرآن کے مبادی اصول
سوانح شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ
خواتین اور دین کی خدمت
کاروان ایمان و عزیمت
سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ

نبی رحمت مکمل
حدیث کا بنیادی کردار
معرکۂ ایمان و مادیت
پرانے چراغ مکمل (دو حصے)
ارکان اربعہ
نقوش اقبال
کاروانِ مدینہ
قادیانیت
تعمیر انسانیت
حدیث پاکستان
اصلاحیات
صحبتے با اہل دل
کاروانِ زندگی مکمل
مذہب و تمدن
دستور حیات
حیات عبدالحیؒ
دو متضاد تصویریں
تحفۂ پاکستان
پاجا سراغ زندگی
عالم عربی کا المیہ

ناشر: فضل ربی ندوی — فون ۶۲۱۸۱۷ - ۹۲۰۸۹۶

مجلس نشریاتِ اسلام، ناظم آباد مینشن ۱۔کے ۳۔ ناظم آباد، کراچی ۱۸